وَاللّٰہ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَھُوَ یَھْدِی السَّبِیْلَ (القرآن)

ماہنامہ

سبیلِ ہدایت

لاہور

ربیع الاوّل 1439ھ / دسمبر 2017ء

ماہنامہ سبیل ہدایت لاہور
1990-2017
اشاعت کا ستائیسواں سال
بزم ندائے مسلم پاکستان



یکے از مطبوعات: بزمِ ندائے مسلم پاکستان

علمی کتاب خانہ

تعلیم عبادت ہے اور تعلیم سے متعلق تمام کاروبار خدمت ہے اور خدمت میں عظمت ہے اشاعتی دنیا کا درخشاں ستارہ ادارہ علمی کتاب خانہ کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے یہ ادارہ 1947 میں قائم ہوا اور آج بھی آپ کی خدمت میں کوشاں ہے۔ علمی کتاب خانہ کی تمام تر مطبوعات نہایت تعلیم یافتہ اور تجربہ کار ماہرین تعلیم واساتذہ کی شبانہ روز محنت اور تجربے کا نچوڑ ہیں۔ یہ سب اپنی اشاعت اور نفس مضمون کے لحاظ سے جدید تعلیمی اور قومی تقاضوں کے عین مطابق تیار کی گئی ہیں اور اب تک لاکھوں طالب علم ہماری طباشدہ کتب سے فائدہ اٹھا چکے ہیں اور اعلیٰ عہدوں پر فائز ہیں۔

علمی کتاب خانہ کی مطبوعات

F.A - F.Sc. - B.A - B.Sc.B.Sc.(Hon) B.S-4 Year
M.A (Urdu) M.Sc (Economics) M.A (Pol, Sc)
M.Sc(Mathematics) M.A(Islamiat)
M.A(History)L.L.B Books,Guides also available

ایم اے اردو سال اوّل ودوئم کے ہر پرچہ پر علیحدہ گائیڈز بطرز سوالاً جواباً

ایم اے اسلامیات کیلئے سال اوّل اور دوئم تمام پرچہ جات پر علیحدہ کتب

ایم اے اردو کیلئے گائیڈز تمام پرچہ جات پر مشتمل (یک جلد) سال اوّل ودوئم

ایم اے اسلامیات کیلئے گائیڈز تمام پرچہ جات پر مشتمل (یک جلد) سال اوّل ودوئم

ایم ایس سی اکنامکس کیلئے سال اوّل ودوئم کیلئے کتب

ایم اے سیاسیات کیلئے تمام پرچہ جات پر مشتمل (یک جلد) گائیڈز سال اوّل ودوئم

ایم اے سیاسیات سال i&ii کیلئے علیحدہ پرچہ جات پر کتب

علمی ڈکشنری آف لاء، (انگلش ٹو انگلش اینڈ اُردو) وکلاء اور لاء کے طلباء کیلئے

ایک منفرد لُغت جس میں تعلیم (Education) سے متعلقہ الفاظ کا ذخیرہ موجود ہے

جامع لغت علم التعلیم (اردو ایڈیشن) (ازمقبول احمد)

علمی ڈکشنری آف ایجوکیشن (انگلش ٹو انگلش)

ایم ایس سی میتھمیٹکس پر کتب

علمی بک ہاؤس
چوک اردو بازار لاہور

علمی کتاب خانہ کبیر سٹریٹ، اردو بازار لاہور 54000

فون: 042-37353510,37248129,042-37234009,37324718

وَاللّٰہُ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَھُوَ یَھْدِی السَّبِیْلَ (القرآن)

اور اللہ سچی بات کہتا ہے اور وہ ہدایت دیتا سیدھی راہ پر چلنے کی

ماہنامہ

سبیل ہدایت

لاہور

سکولوں، کالجوں اور پبلک لائبریریز کیلئے حکومت پنجاب سے منظور شدہ

رکن: کونسل آف جرائد اہلسنت پاکستان

جلد 27 | ربیع الاول 1439ھ / دسمبر 2017ء | شمارہ 12

پبلشر: سید قمر احمد سبزواری

پرنٹرز: اسکارٹ پرنٹرز ہسپتال روڈ لاہور

مقام اشاعت: ۸/۳ بی ون ٹاؤن شپ لاہور

زر تعاون: فی پرچہ 40 روپے — طلباء و طالبات: 300 روپے سالانہ

سالانہ: 500 روپے بیرون ملک 20 ڈالر

دفتر رابطہ: بزم ندائے مسلم پاکستان

۸/۳ بی ون ٹاؤن شپ لاہور پوسٹ کوڈ: 54770

0304-4710601/0320-4668118

sabeelh@gmail.com

قانون ختم نبوت ﷺ میں نقب زنی

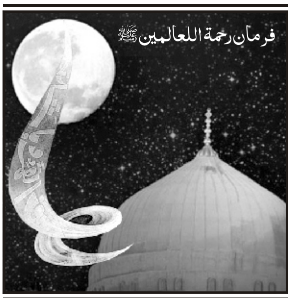
محبت رسول اللہ ﷺ مسلمانوں کے ایمان کی بنیاد ہے۔ ناموس رسالت مآب ﷺ اور ختم نبوت ﷺ کے تحفظ کیلئے مسلمانوں کے جذبات نئے نہیں ہیں۔ مسلمان شروع دن سے کریم آقا ﷺ کی ناموس پر بکواس برداشت نہیں کرتے۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان خالص اسلامی ملک ہے۔ اسلامی ریاست، حکمران مسلمان، سرکاری مذہب اسلام ہے۔ مسئلہ حضور ﷺ کی ختم نبوت ﷺ کے ساتھ غداری۔ کروڑوں مسلمانوں کے احتجاج کے باجود حکومت ٹس سے مس سے نہ ہو۔ حکمران جماعت سمیت اپوزیشن جماعتوں کے قائدین کی غیرت ایمانی نے کروٹ لی نا کسی ممبر اسمبلی نے ختم نبوت ﷺ کے حلف نامہ کے ساتھ غداری کرنے والوں کو بے نقاب کرنے کی کوشش کی۔ سوائے میر ظفر اللہ جمالی کے کسی نے بھی استعفیٰ دیا نہ جماعت چھوڑی۔ مسلمان ملک کے آزاد میڈیا نے جو کردار ادا کیا اس نے میڈیا کی آزادی اور غیر جانبداری کے تمام راز فاش کر دیئے۔ لاکھوں لوگ گھروں سے نکل کر سڑکوں پر احتجاج کر رہے ہیں۔ ختم نبوت کے قانون میں ترمیم کے حوالے سے وزیر قانون کے ساتھ اہم ترین خاتون وزیر بھی نہ صرف آگاہ تھی بلکہ اس نے تین غیر ملکی سفیروں کو بھی بتایا تھا کہ ہم اس قانون میں ترمیم کر رہے ہیں۔ ترمیم کے حوالے سے جان بوجھ کر چند ایسے حکومتی ذمہ داران جن کے حوالے سے یہ جانتے تھے کہ یہ کمپرومائز نہیں کریں گے ان کو معاملے سے لاتعلق رکھا گیا۔ اسی وجہ سے اب ان اہم ترین وزراء نے اس معاملے میں واضح طور پر آنے سے انکار کر دیا ہے۔ یہ بھی اہم انکشاف سامنے آیا ہے کہ دو غیر ملکی معروف ترین این جی اوز کے پاس بھی یہ مسودہ میڈیا اور اراکین اسمبلی کے پاس جانے سے پہلے موجود تھا۔ اس کو ٹائپنگ کی غلطی کہنا نہ صرف جھوٹ ہے بلکہ کچھ لوگوں کو بچانے کی کوشش ہے۔ ان میں شامل ایک سیاسی/ دینی جماعت کے سربراہ کہ جن کے والد کا اور بعد میں ان موصوف کا بھی یہ قول ہے کہ اللہ کا شکر ہے کہ ”ہم پاکستان بنانے کے گناہ میں شامل نہیں ہیں“۔ اور جب اس معاملے میں قوم نے بھرپور احتجاج کیا تو انہوں نے میڈیا پر آ کر کہا کہ کسی نے ہماری جیب کاٹ لی ہے۔

باقی صفحہ 32 پر



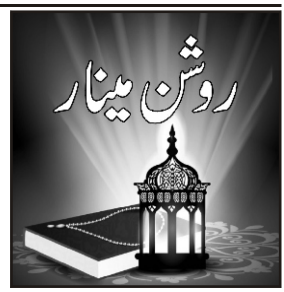
فرمان ربّ العالمین

(اے نبی کریم ﷺ) لوگوں سے کہہ دو کہ اگر تم حقیقت میں اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری (رسول کریم ﷺ) تابعداری اختیار کرو تا کہ تم سے اللہ تعالیٰ محبت کرے اور تمہاری خطاؤں سے درگزر کرے، وہ بڑا معاف کرنے والا ہے، اگر وہ تمہاری دعوت قبول نہ کریں تو یقیناً یہ ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے محبت کرے جو اس کی اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت سے انکار کرتے ہیں۔ (سورۃ آل عمران 31-32)



فرمان رحمۃ اللعالمین ﷺ

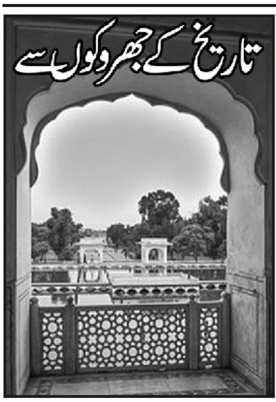
حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا! "قیامت کے دن اہل دوزخ کی میں سے ایک شخص سے کہا جائے گا، زمین میں جو کچھ ہے اگر وہ تیرا ہو جائے تو کیا تو اس سب کو دوزخ کی سزاؤں کے بدلے دے دے گا؟" وہ کہے گا، ہاں، اس پر اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے تجھ سے اس کی نسبت بہت کم چاہا تھا، میں نے تجھ سے اس وقت وعدہ لیا تھا جب تو اپنے باپ حضرت آدم علیہ السلام کی پیٹھ میں تھا کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ بنانا لیکن تو نے پھر بھی شرک کا ارتکاب کیا۔ (بخاری، مسلم شریف)



عزتِ رسول ﷺ کیلئے مر مٹنے کا جذبہ

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشہور اور بڑے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ میں بدر کی لڑائی میں میدان میں لڑنے والوں کی صف میں کھڑا تھا۔ میں نے دیکھا کہ میرے دائیں اور بائیں جانب انصار کے دو کم عمر لڑکے ہیں۔ مجھے خیال ہوا کہ میں اگر قوی اور مضبوط لوگوں کے درمیان ہوتا تو اچھا تھا کہ ضرورت کے وقت ایک دوسرے کی مدد کر سکتے میرے دونوں جانب بچے ہیں یہ کیا مدد کر سکیں گے۔ اتنے میں ان دونوں لڑکوں میں سے ایک نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا، چچا جان تم ابو جہل کو پہچانتے ہو میں نے کہا ہاں پہچانتا ہوں تمہاری کیا غرض ہے؟ اس نے کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی شان میں گالیاں بکتا ہے۔ اُس ذات پاک کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر میں اسکو دیکھ لوں تو میں اس سے جدا نہیں ہوں گا یہاں تک کہ وہ مر جائے یا میں مر جاؤں مجھے اس کے سوال اور جواب پر تعجب ہوا۔ اتنے میں دوسرے نے یہی سوال کیا اور جو پہلے نے کہا تھا وہی اس نے بھی کہا اتفاقاً ابو جہل میدان میں مجھے دوڑتا ہوا نظر آ گیا میں نے ان دونوں سے کہا کہ تمہارا مطلوب جس کے بارے میں تم مجھ سے سوال کر رہے تھے وہ جا رہا ہے۔ دونوں یہ سنکر تلواریں ہاتھ میں لئے ہوئے ایک دم بھاگے چلے گئے اور جا کر اس پر تلوار چلانی شروع کر دی یہاں تک کہ اس کو گرا دیا۔

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب ۱۰، الحدیث ۳۹۸۸، ج ۳، ص ۱۴)



سلطان نورالدین زنگی عشاء کی نماز پڑھ کر سوئے کہ اچانک اٹھ بیٹھے اور نم آنکھوں سے فرمایا میرے ہوتے ہوئے میرے آقا میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کون ستا رہا ہے۔ آپ اس خواب کے بارے میں سوچ رہے تھے جو مسلسل تین دن سے انہیں آ رہا تھا اور آج پھر چند لمحوں پہلے انھیں آیا جس میں سرکار دو عالم نے دو افراد کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ مجھے ستا رہے ہیں۔

اب سلطان کو قرار کہاں تھا، انہوں نے چند ساتھی اور سپاہی لے کر دمشق سے مدینہ جانے کا ارادہ فرمایا۔ اس وقت دمشق سے مدینہ کا راستہ 20-25 دن کا تھا مگر آپ نے بغیر آرام کیئے یہ راستہ 16 دن میں طے کیا۔ مدینہ پہنچ کر آپ نے مدینہ آنے اور جانے کے تمام راستے بند کروا دیے اور تمام خاص و عام کو اپنے ساتھ کھانے پر بلایا۔ اب لوگ آ رہے تھے اور جا رہے تھے، آپ ہر چہرہ دیکھتے مگر آپکو وہ چہرے نظر نہ آئے

اب سلطان کو فکر لاحق ہوئی اور آپ نے مدینے کے حاکم سے فرمایا کہ کیا کوئی ایسا ہے جو اس دعوت میں شریک نہیں۔ جواب ملا کہ مدینے میں رہنے والوں میں سے تو کوئی نہیں مگر دو مغربی زائر ہیں جو روضہ رسول ﷺ کے قریب ایک مکان میں رہتے ہیں۔ تمام دن عبادت کرتے ہیں اور شام کو جنت البقیع میں لوگوں کو پانی پلاتے ہیں، جو عرصہ دراز سے مدینہ میں مقیم ہیں۔ سلطان نے ان سے ملنے کی خواہش ظاہر کی، دونوں زائروں پر نظر پڑتے ہی سلطان بری طرح چونک گئے، کیونکہ یہ وہی دو چہرے تھے جو خواب میں سلطان کو دکھائے گئے تھے۔ سلطان نے ان کے گھر کی تلاشی لی، انکے گھر میں تھا ہی کیا ایک چٹائی اور دو چار ضرورت کی اشیاء۔ یکدم سلطان کو چٹائی کے نیچے کا فرش لرزتا محسوس ہوا۔ آپ نے چٹائی ہٹا کے دیکھا تو وہاں ایک سرنگ تھی۔ آپ نے اپنے سپاہی کو سرنگ میں اترنے کا حکم دیا۔ وہ سرنگ میں داخل ہوئے اور واپس آ کر بتایا کہ یہ سرنگ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک کی طرف جاتی ہے، یہ سن کر سلطان کے چہرے پر غیظ و غضب کی کیفیت طاری ہو گئی۔ آپ نے دونوں زائرین سے پوچھا کے سچ بتاؤ کہ تم کون ہو؟ حیل وحجت کے بعد انہوں نے بتایا کے وہ نصرانی ہیں اور اپنی قوم کی طرف سے تمہارے پیغمبر کے جسم اقدس کو چوری کرنے پر مامور کیے گئے ہیں۔ سلطان یہ سن کر رونے لگے، اسی وقت ان دونوں کی گردنیں اڑا دی گئیں۔ سلطان روتے جاتے اور فرماتے جاتے کہ "میرا نصیب کہ پوری دنیا میں سے اس خدمت کے لئے اس غلام کو چنا گیا"

اس ناپاک سازش کے بعد ضروری تھا کہ ایسی تمام سازشوں کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ کیا جائے، سلطان نے معمار بلائے اور قبر اقدس کے چاروں طرف خندق کھودنے کا حکم دیا یہاں تک کے پانی نکل آیا۔ سلطان کے حکم سے اس خندق میں پگھلا ہوا سیسہ بھر دیا گیا۔ سیسے کی یہ خندق آج بھی روضہ رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے گرد موجود ہے۔

حضرت شیخ محمد عبدالحق محدث دہلویؒ کی کتاب "تاریخ مدینہ" سے اقتباس۔

علامہ محمد عاکف قادری

نعمت کو سمجھئے اور شکر ادا کیجئے

ہمارے پیارے نبی سیدنا احمد مجتبیٰ محمد مصطفی ﷺ نے فرمایا: اَلشُّکْرُ نِصْفُ الْاِیْمَانِ (شعب الایمان:4448)''شکر آدھا ایمان ہے۔''شکر کا مطلب ہے نعمت ،انعام ،احسان، فضل، وغیرہ کو یاد رکھتے ہوئے اس کا اظہار کرنا اور اس کو بیان کرنا۔شکر کی ضد کفران نعمت ہے یعنی نعمت کو بھول جانا اور اس کو چھپا لینا۔

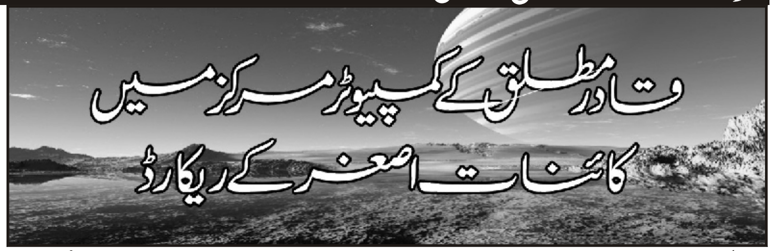
اللہ تعالی نے انسان کو بے انتہا و بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے ارشاد فرمایا: وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا (النحل : 18)''اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو تم انہیں نہیں گن سکو گے۔'' اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا واجب ہے۔ مگر لاتعداد نعمتوں کا شکر کیسے ادا کیا جاسکتا ہے؟ یہی سوال حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی کیا تھا ''اے میرے رب !میں تیرے شکر کو کیسے ادا کرسکتا ہوں جبکہ تیری سب سے چھوٹی نعمت کی جزا (شکر) بھی میری تمام عبادات نہیں ہوسکتیں؟ تو ان کی طرف وحی آئی کہ تم نے اب میرا شکر ادا کر دیا''(شعب الایمان: 4415)یعنی اب جبکہ تم یہ بات سمجھ گئے ہو کہ میری بے شمار نعمتوں کا تم شکر ادا نہیں کر سکتے تو اب تم اپنی طاقت کے مطابق شکر ادا کرو وہی قبول ہے۔شکر ادا کرنے کا اللہ تعالی کو کوئی فائدہ ہے نہ ہی نقصان ارشاد فرمایا: وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّيْ غَنِيٌّ كَرِيْمٌ (النمل:40)''اور جس نے(اس کا) شکر ادا کیا تو وہ اپنے ہی فائدے کیلئے شکر کرتا ہے اور جس نے (اس کی) ناشکری کی تو بے شک میرا رب بے پروا بڑے کرم والا ہے۔'ہاں! البتہ یہ ایک حقیقت ہے کہ نعمت کا شکر ادا کرنے سے نعمت میں اضافہ ہوتا ہے چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے :لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ (ابراھیم:7) ''اگر تم (میرا) شکر کرو گے تو تمہیں ضرور (اپنی نعمتیں) زیادہ دونگا''اور دوسری بات شکر ادا کرنے سے عذاب بھی نہ ہوگا۔فرمایا:مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا (النساء: 147)''اگر تم شکر کرو اور ایمان لاؤ تو اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا اور اللہ (ایمان والوں کے عمل کی) قدر کرنے والا خوب جاننے والا ہے۔''

شکر کی حقیقت اور طریقہ ادائیگی: علماء فرماتے ہیں''شکر کی حقیقت یہ ہے کہ انعام کرنے والی ذات کی نعمتوں کا خضوع (عاجزی) کے ساتھ اعتراف کیا جائے ''،بعض کہتے ہیں:''محسن(احسان کرنے والا) کے احسان کا ذکر کر کے اُس کی تعریف کی جائے۔''حضرت رویم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:''شکر یہ ہے کہ انسان اپنی پوری طاقت احسان کرنے والے کی فرمانبرداری میں لگا دے۔'' اور حضرت ابو بکر وراق رحمتہ اللہ علیہ نے بہت اہم بات فرمائی ہے'' نعمت کا شکر یہ ہے کہ احسان کو سامنے رکھا جائے اور (اس کی) حرمت (عزت) کی حفاظت کی جائے۔'' (رسالہ قشیریہ (مترجم) ص328.327)

قرآن کریم شکر ادا کرنے کا طریقہ بتارہا ہے ارشاد ہوا وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ (الضحیٰ: 11)''اور بہر حال اپنے رب کے (ہر) احسان (وکرم) کا تم خوب چرچا کرو''ایک اور جگہ ارشاد فرمایا: قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ (یونس: 58)''تم فرماؤ اللہ ہی کے فضل (قرآن) اور اسکی رحمت (محمد ﷺ) سے(خوش ہو) تو (لوگوں کو) چاہیے کہ اسی (قرآن اور نبی کی نعمت ملنے) پر خوش ہوں یہ اس (دنیاوی ساز وسامان) سے بہتر ہے جس کو وہ جمع کررہے ہیں۔'' احادیث طیبہ میں یوں تعلیم دی، حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:''اللہ کی نعمتوں کا بیان کرنا (ہی) شکر ہے اور ان کو بیان نہ کرنا ناشکری ہے۔''(شعب الایمان: 4419)ایک اور حدیث شریف میں ہے فرمایا : جس شخص کو کوئی شے ملے وہ اس کا تذکرہ کرے تو اس نے اس (چیز) کا شکر ادا کیا اور جس نے اس کو چھپا لیا تو اس نے ناشکری کی ۔''(سنن ابی داؤد :ص4813)

اللہ تعالی کی سب سے بڑی نعمت اور احسان عظیم : اللہ تعالی کی بے حد وبے شمار نعمتوں اور لاتعداد احسانات میں سے سب سے بڑی نعمت اور احسان عظیم وہ ہے جس کے عطا کرنے پر اللہ تعالی نے احسان جتایا ہے اور فرمایا: لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ (ال عمران:164)''بے شک اللہ نے ایمان والوں پر (بڑا) احسان کیا کہ ان میں انہی میں سے ایک (عظیم الشان) رسول بھیجا۔''حضور سید المرسلین حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفی ﷺ آپ ہی اللہ عزوجل کی سب سے بڑی نعمت اور احسان ہیں آپ ہی باعث تخلیق انسان و جہان ہیں،سب کچھ آپ کے سبب اور آپ کیلئے پیدا ہوا چنانچہ حدیث قدسی میں ہے:

(باقی صفحہ نمبر 32 پر)



وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَأْتِينَا السَّاعَةُ قُلْ بَلٰى وَرَبِّي لَتَأْتِيَنَّكُمْ عٰلِمِ الغيب لا يعزب عنه مثقال ذرّةٍ في السّمٰوٰت ولا في الارض ولا اصغر من ذالك ولآ اكبر الّا في كتٰبٍ مبين o

ترجمہ: ''اس سے ذرہ برابر کوئی چیز آسمانوں میں چھپی ہوئی ہے نہ زمین میں۔ نہ ذرّے سے بڑی۔ نہ اس سے چھوٹی ایسی کوئی چیز ہے جو اس نمایاں کتاب (دفتر) میں درج نہیں ہے۔

(سبا34 آیت3)

NOT EVEN THE LEAST LITTLE ATOM IN THE HEAVENS OR EARTH ESCAPES HIS KNOWLEDE . NOR IS THERE ANY THING LESS THAN THAT.OR GREATER ,THAT IS NOT IN AN OPEN BOOK .

CHAPTER 34 (SHBA) VERSE 3

کائنات صغیر MICROCOSMOS کے سلسلے میں جو علم طبیعات کی بے حد خیال انگیز اور بے حد دلچسپ حدود ہیں' یہ آیت مقدسہ غیر معمولی اہمیت کے حامل پیغامات کو پیش کرتی ہے۔

غیر ضروری تفصیلات میں جائے بغیر ہمیں اس آیت میں دی گئی کیفیات اور اصلاحات کا بغور اور احتیاط سے مطالعہ کرنا چاہیے۔ ہمارے مطالعہ میں ''سب سے چھوٹے ایٹم'' کا ابتدائی ترجمہ ہمارے علم کے مطابق وہ سب سے چھوٹا ذرہ ہے جس کی طبیعاتی علم کے ذریعے پیائش ہو سکے (مثقال ذرہ) ایک دوسری تعریف 'اصغر' کے تصور کی حامل ہے۔ ہمارے ترجمہ کے لحاظ سے اس کا مطلب' بہت چھوٹا کم سے کم ہے۔ بہر حال اصغر بے حد چھوٹا ہونے کے نزدیک تر ہے نہ کہ تھوڑا چھوٹا سائز لاطینی زبان میں یہ کم از کم (MINNIMUM) کے مترادف ہے۔

ترجمہ میں ایک اور مشکل مرحلہ' نمایاں کتاب کھلی کتاب کے تشریح کا معاملہ ہے۔ کھلی کتاب جسے لوح محفوظ بھی کہا جاتا ہے قرآن میں متعدد مقامات پر بیان ہوا ہے شروع میں یہ سمجھا جاتا ہے تھا کہ کھلی کتاب کا مطلب وہ کتاب ہے جس میں ہر چیز درج ہوتی ہے لیکن کائنات کے رازوں کو سمجھنے کے سلسلے میں یہ تعریف ناکافی ثابت ہوتی ہے۔ لیکن ہمارے دور میں ان اصلاحات کو بہتر طور پر سمجھنا خاصا آسان ہو گیا ہے۔ میں نے اپنی متعدد کتابوں میں اس نظریہ کو اس طرح سمجھانے کی کوشش کی ہے۔ کہ یہ ایک طرح کا کمپیوٹر سینٹر ہے جہاں تقدیر (DESTINY) سے متعلق تمام قوانین اور احکامات کا ریکارڈ رکھا گیا ہے۔

اس آیت کی تشریح کے لئے میں کائنات اصغر (مائیکروکوسموس) کے طبیعیاتی ڈھانچے کا خلاصہ پیش کرنا چاہوں گا۔

کائنات اصغر MICROCOSMOS کیا ہے؟

دو ہزار سال قبل یونانیوں نے ایٹم کو مادہ کی چھوٹی سے چھوٹی اکائی سے تعبیر کیا۔ ریزہ (ذرہ) کی اصلاح پانچ ہزار سال قبل مصر' شام اور ہندوستان میں بھی مستعمل تھی۔ ایٹم جس کا تصور مادے کے سب سے چھوٹے یونٹ کے طور پر موجود (تقسیم نہ ہونے والا ATOM سب سے چھوٹی چیز کی نمائندگی کرنا ہے۔ مگر عربی زبان میں لفظ مثقال' ذرا مختلف معنی رکھتا ہے۔ میری تحقیقات کے مطابق یہ نظریہ سب سے پہلے قرآن میں ہی دیا گیا ہے۔ اس لئے کہ اگر چھوٹی سے چھوٹی قابل تقسیم چیزوں کو قادر مطلق کے کمپیوٹر میں درج کیا گیا ہے تو اس سے عیاں کہ ذرے ریاضیاتی خصوصیات کے حامل ہوتے ہیں۔

آیئے۔ اب دیکھیں کہ جدید علم طبیعیات فزکس کائنات اصغر (مائیکروکوسموس) کو کس طرح بیان کرتا ہے۔

کائنات میں سب سے چھوٹی چیزیں مادہ بشمول سے بڑی کہکشاؤں کے وجود کو تشکیل دیتی ہے۔ جدید فزکس میں مادہ کی تمام خصوصیات کا تعین' ان بے حد چھوٹی چیزوں (INFINTESSMALS) جنہیں بنیادی ذرے کہا جاتا ہے' کے ذریعے ہوتا ہے۔ پھر مختلف چیزوں جیسے فولاد' ہوا اور درختوں کی ساخت خود ان چھوٹے ذرات کائنات اصغر مائیکروکاسموس کی سطح پر وجود میں آنا شروع ہوتی ہے۔ کائنات اصغر ایک مرکزی ڈھانچے پر مشتمل ہوتی ہے۔ ایک ایٹم کے مرکزہ کو ایک دارالحکومت سے تشبیہ دی جا سکتی ہے۔ یہ زیادہ تر پروٹونز PROTONS اور نیوٹرون (NEUTRONS) سے مل کر بنا ہوتا ہے۔ جوہر کی مضبوط قوت انہیں ایک ساتھ باندھے رکھتی ہے اور اسطرح مرکزہ اور نتیجتاً مادہ کے وجود کے تسلسل کو برقرار رکھتی ہے۔ اس جوہری ''شہر'' کے اردگرد منفی برق پارہ یا الیکٹرون کے بادل ہوتے ہیں جن کی توانائی کی سطح تبدیلی ہوتی رہتی

ہے۔ان کو کائنات صغیر کے آسمان بھی کہا جاسکتا ہے۔اس سے پہلے سات آسمانوں کی تشریح کے وقت اوراس سے پہلے موضوع نمبر 6 حنا اور کنا' کی تشریح کرتے ہوئے بھی میں نے کائنات صغیر (مائیکروکاسموس) کی کچھ خصوصیات بیان کی ہیں ایٹم کے دارالحکومت' مرکزہ (نیوکلیس) میں پروٹونز اور نیوٹرون کے ساتھ ساتھ یہ ابتدائی ذرے بھی چھپے رہتے ہیں یعنی میسون (M E S O N) نیوٹرینو (N E U T R I N O) اینٹی نیوٹرینو (ANTI NEUTRINO) اور (BREMSSTRABLUNG) یعنی ایک مرکزہ میں کسی ذرے کے داخل ہونے پر ان کی انگیخت گی' اور کسی ایکسرے اور گاما ریز کے قدرے (QUANTAS) جو ہری توانائی کی مختلف سطحوں پر گرفتار یا پھنس جاتے ہیں۔یہ سب خود ایٹم سے بہت ہی زیادہ چھوٹے ہوتے ہیں۔ہم انمیں سے چند ایک خصوصیات کو ذیل میں زیر بحث لائیں گے۔

عزیز قاری! کیا آپ کو اس آیت میں موجود یہ ناقابل یقین طبیعیاتی پیغام نظر آتا ہے؟ یہ ہمیں چودہ سو سال قبل سے یہ بتا رہا ہے کہ مادہ جن اجزاء سے بنتا ہے وہ ایٹم سے بھی چھوٹے ہوتے ہیں اور ان کا اندراج قادر مطلق کے پاس پہلے موجود ہے۔

مگر یہ ذرے کھلی کتاب (لوح محفوظ) میں کیوں درج کئے گئے ہیں؟ جب کسی چیز کا اندراج اس اس سائنسی مرکز میں کیا جاتا ہے تو کیا ہوتا ہے؟ اس کو ایک سائنسی تقدیر عطا کی جاتی ہے ۔ان ذروں کا طبیعیاتی ڈھانچہ اسی مرکز میں متعین ہوتا ہے۔یہ ذرے اپنے اٹل اور ناقابل تبدیل حساب کتاب کی خاصیت اسی کمپیوٹر سے حاصل کرتے ہیں۔

یہ الفاظ محض اندازے یا اٹکل پچو نہیں ہیں اور نہ ہی یہ الفاظ میری ایجاد ہیں۔دنیا کے پانچ سب سے زیادہ مشہور ماہر طبیعیات میں سے ایک ورنر ہائزن برگ کے مطابق انفرادی طبعی واقعات' جو ایٹم کے مرکزہ میں واقع ہوتے ہیں' ان کے متعلق پیش گوئی نہیں جاسکتی ہے۔اس کو اصول بے یقینی (PRINCCIPLE OF UNCERTAINTY) کہا گیا ہے۔تو پھر یہ بے حد چھوٹے ذرے اپنا وجود کس طرح قائم رکھتے ہیں؟ یہ فوراً ہی توانائی کی شکل کیوں نہیں اختیار کرلیتے؟ یہ آیت مقدسہ اس سوال کا جواب بے حد صراحت سے مہیا کرتی ہے ۔کہ ایٹم سے بھی چھوٹے ذرے قادر مطلق کے بنائے ہوئے مرکز میں پروگرام کئے گئے ہیں ۔اسی وجہ سے یہ انتہائی چھوٹے ذرے' کھلی کتاب (لوح محفوظ) میں درج اپنے مخصوص پروگرام پر عمل کرتے رہتے ہیں اور کسی قسم کی انفرادی یا پراگندگی کا شکار نہیں ہوتے۔

اس آیت کا ایک اور اعجاز یہ ہے کہ ہمیں ناقابل تقسیم اشیاء (مخلوقات) اور چھوٹے ذروں جیسے مثلاً ایٹم' پروٹونز' نیوٹرونز اور اسی قسم کی دوسری چیزوں کے متعلق علم عطا کرتی ہے جو چاہیے زمین پر ہوں یا آسمان میں۔پرانے زمانوں میں رہنے والے انسانوں کے لئے ناممکن تھا کہ وہ آسمانوں پر موجود ذرے کا تصور بھی کرسکتے جبکہ اس کا ادراک تو زمین پر بھی مشکل تھا۔

کھلی کتاب (لوح محفوظ) میں ان جوہر سے چھوٹے ذرات SUBATOMS) کی تقدیر سے کس قسم کا طبعی عمل مراد لیا جاتا ہے؟ آیئے ۔اس کا جواب علم طبیعیات کی ایک نئی شاخ میں تلاش کرتے ہیں۔

''نودی مقناطیسی گونج'' (NUCLEAR MAGNETIC RESNANCE) یا (N.M.R.) ذریعے اور ایٹم کی شناخت اس سے نکلنے والی تھرتھراہٹ (یا آوازوں) کے ذریعے کرتی ہے۔(N.M.R) ایک مقداری مکینیکل عمل کی خاصیت ہے' جو پروٹونز یا نیوٹرون کے ایٹمی مرکزہ میں جفت اعداد کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔ایسے مرکزے لاصفر (NON-ZERO) سپن یا چکر کے حامل ہوتے ہیں۔یہ اپنے ساتھ ملحقہ مقناطیسی معیار کا اثر دوسرے لفظوں میں مقناطیسی میدان کے حامل ہوتے ہیں جب ان کو ایک بیرونی' سکونی مقناطیسی میدان میں رکھا جائے تو یہ اس کے ساتھ سیدھ یا قطار میں بندھ جاتے ہیں۔اس بندھن کے عمل کے دوران مرکز (N U C L E I) مقناطیسی میدان کے اردگرد جھولتے ہوئے حرکت کرتے ہیں۔یہ گونج دار حرکت (N.M.R) مظہر قدرت ہے۔حاجی مقناطیسی میدان کے استعمال کی مثال' تاروالے موسیقی کے ساز کی ٹیوننگ (TUNNING) سے دی جاسکتی ہے۔

مگر جب ایک دفعہ مرکز خارجی مقناطیسی میدان کے ساتھ سیدھ میں آجاتے ہیں یا (ALLIGN) ہوجاتے ہیں تو مقناطیسی حرکت فی اکائی' کسی قسم کے جھولنے یا ٹکیں لینے کی خاصیت سے عاری ہوجاتی ہے'۔(N.M.R) اشارے یا سگنل کے مطالعہ کے لئے یہ ضروری ہے کہ یہ ان توازن کو ہلایا یا ڈسٹرب کردیا جائے۔یہ اس طرح ڈسٹرب یا بے قراری کی حالت میں آتی ہے کہ ایک دوسرے وقتی فرق والے مقناطیسی میدان کو' جو اصلی میدان سے ہزاروں گنا کمزور ہو' اور جو زاویہ قائمہ کی سمت میں' اس کو اس کے ساتھ استعمال میں لایا جائے یا ملایا جائے۔اس میدان میں جو مثال ریڈیائی تعدد فیلڈ FREQUENCY FIELF (RADIO) (RF) ہوتا ہے' کو ضروری طور پر مرکزوں کے ارتعاشی فریکوئنسی جسے (LARMOR FREQUENCY) کہتے سے پوری طرح تال میل کھانا چاہئے۔اس دوسرے میدان کے استعمال کو ایک ساز کی تار کو چھیڑنے سے تشبیہ دی جاسکتی ہے اور مرکزے اس کو جواب' میگا ہرٹز (MEGAHERTZ) کی سطح پر ایک سرنکالنے کے انداز میں دیتے ہیں ۔یہ سر ہر قسم کے ایٹم اور ہر الگ سکونی میدان کی

قدر کے مختلف ہوتی ہے۔ یہ ارتعاش برقی رو یا وولٹیج میں تبدیلی ہو جاتی ہے اور ہر مرکز سے نشاندہی اس گنگناتے سر سے ہوتی ہے۔

چنانچہ ایٹم سے چھوٹے ذرے کی سطح پر کروں کی موسیقی بھی یہی چیز ہے۔ سورۃ یسین کی آیت نمبر 40 میں جو کہا گیا ہے کہ ہر چیز اور ذرہ ایک مخصوص محور میں چکر لگا رہا ہے اور اللہ کی حمد گاتا ہے تو یہ سر یا موسیقی ہی اللہ کے نام کا ذکر ہے، چنانچہ یہ بھی قادر مطلق کی اس کھلی کتاب میں پہلے ہی سے لکھ دیا گیا ہے کہ ایٹم کے شہر'' میں داخل ہو جائیں تو آپ کو یہ خدائی ذکر ایک حیران کن تک خوبصورت موسیقی کی شکل میں سنائی دے گا اگر آپ یہ پہچان سکیں کہ کون سی سر کس عنصر سے مطابقت رکھتی ہے تو آپ بھی پہچان جائیں گے کہ آپ کس شہر میں داخل ہوئے ہیں۔ مزید برآں آپ کو روشنی کے وہ نکتے بھی دکھائی دیں گے جو مختلف رنگوں کے آسمانوں کے درمیان ایک پھلجڑی کی طرح جمپ کرتے ہیں یہ ہر طرح کی خوب صورت روشنیاں اور آوازیں انتہائی گہری عبادات اور ذکروں کو بیان کرتی ہیں۔ جو ہماری روزمرہ کی سائنسی دنیا کے لحاظ سے ان کی حمد کرنے (یسبحن) کے راز کا اظہار ہے۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم، علم طبیعیات، (آسمانی طبیعاتی (آسٹروفزکس) اور علم حیاتیات کی عقلی اور استدلالی سائنسوں کو اتنی پسندیدگی اور اہمیت عطا کرتا ہے۔ اگر سائنس، قرآن کے عظیم بابرکت نکتہ نظر سے حیات کا مشاہدہ کرے تو اس میں دیئے گئے لامحدود معانی نظر آئیں گے۔

اسے چھوٹی سے چھوٹی مخلوق میں حمد و ذکر کا شعور حاصل ہوگا۔ چاہے ٹیکنیشن یا سپروائزر لوگ اس کا احساس کریں یا نہ کریں آج (N.M.R) لیبارٹریوں میں ذروں (مالیکیولوں) کے ذکر کی موسیقی کا مشاہدہ ان کی وڈیو سکرینوں پر کیا جا رہا ہے۔

آیئے اس آیت کو مکمل طور پر پڑھ کر اس کی ان موشگافیوں کو سمجھنے کی کوشش کریں جن میں چودہ صدیوں قبل ان اذکار، یا حمد کی موسیقی کی موجودگی بتائی گئی تھی۔ اس کی ابتداء میں اللہ نے پہلا سائنسی پیغام، انسانیت کو اور یوم حساب میں ایمان نہ رکھنے والوں کو دیا ہے کہ 'میں ہی عالم الغیب ہوں۔'' اس کے بعد اس نے اس پاک آسمانی کمپیوٹر کے متعلق بتایا ہے کہ جس میں ایٹم اور اس سے بھی چھوٹے ذروں کے وجود کے سائنسی ماخذ ملتے ہیں۔ یہ آیت سائنسدانوں کو الحاد سے اس طرح باز رہنے کو کہتی ہے، کہ جس کو علم حاصل ہے وہ کفر نہیں کر سکتا۔ ایک آدمی جس نے، سکرین پر لائے گئے ان بے حد چھوٹے کروں کا اور ان کی موسیقی کا مشاہدہ کیا، وہ کس طرح انکار کر سکتا ہے ان حقائق کے تناظر میں کفر کو وجود جہالت کی مہر ہے۔

یہاں ایک اور اہم نکتہ کائنات ہائے کلاں (MACROCOSMOS) سے متعلق ہے۔ جو قادر مطلق کے سائنسی کمپیوٹر کے ریکارڈ میں ان سے متعلق ہے۔ یعنی جس کا تعلق ستاروں اور کہکشاؤں سے ہے دوسرے لفظوں میں یہ تفصیل کہ فلاں ستارہ کائنات کے کس کونے میں اور کس وقت اور کس حالت میں ہوگا، اس حیران کن کمپیوٹر یعنی لوح محفوظ میں پہلے ہی درج ہے اسی حیات بعد از موت کا حساب بھی درج کر دیا گیا ہے۔ پھر کیا وجہ تم ابھی تک شک میں پڑے ہو؟

ابتدائی ذروں سے متعلق بحث میں، میں نے دانستہ طور پر کوارکس (QURKS) کے مضموں کو نہیں چھیڑا۔ اس لئے کہ یہ موضوع ذراتی فزکس کے ماہرین کے درمیان ابھی تک نزاعی مسئلہ ہے کوارکس کے متعلق یہ تصور کیا جاتا ہے کہ یہ پروٹونز اور نیوٹرونز کے تعمیراتی بلاک ہیں چنانچہ اس طرح قرآن کی اصلاح ''اصغر'' کے معانی کی تلاش میں علم طبیعیات انتہائی چھوٹی چیز بلکہ سب سے چھوٹی چیز کی تلاش میں ابھی تک سرگرداں ہے۔

اجرام فلکی حضور پاک ﷺ پر مسلسل درود پڑھ رہے ہیں

شمس کا عدد 400 ہے، سورج ساکن نہیں ہے یہ 400 سالہ دور میں 97 دن لیپ بناتا ہے 97 کعبہ کا عدد ہے، گویا اس عرصہ میں کعبہ کا طواف کرتا ہے۔ اللھم صلی علی محمد و علی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم و علی آل ابراھیم انك حمید مجید کے ٹوٹل اعداد 2221 ہیں۔ اللھم بارك علی محمد و علی آل محمد کما بارکت علی ابراھیم و علی آل ابراھیم انك حمید مجید کے اعداد 2417 ہیں کل میزان 2221+2417 = 4638 ہے۔ الہ کا عدد 36 ہے، کعبہ 97 ہے، محمد ﷺ کا عدد 92 ہے۔ اب کلیہ ہے کہ الہ x (کعبہ+محمد) x درود شریف پس 4638x(92+97)x36=(4638 x189x36)= 31556952۔ سورج اپنے مدار پر 31556952 سیکنڈ میں ایک گردش پوری کر رہا ہے بالفاظ دیگر ایک سال میں 31556952 سیکنڈ ہیں۔ اس سے بڑا معجزہ اگر کسی مذہب کے پاس ہے تو سامنے لائے۔ یعنی سورج سال بھر میں 6804 بار درود شریف پڑھ رہا ہے۔ (4638x6804) =31556952 ہے۔ عرش کا قطر 0.00454 نوری سالوں کے فاصلے پر ہے۔ محمد رسول اللہ ﷺ کا عدد 454 ہے۔ سورج سے زمین کا فاصلہ 0.000158 نوری سال ہے۔ (اللہ+محمد)= 157 ہے (92+66) منکرین قرآن کیلئے یہ امر ایک چیلنج ہے کہ قرآنی تعلیمات کا فلکیات سے جو اعدادی ربط ہے کیا اس قسم کا کوئی کرشماتی ربط ان پاس جو کتب، ان میں ہے؟''

محمد کریم صدیقی
1
ترجمہ: ثناء الحق صدیقی



یورپ پر قرآن کریم کے اثرات

اس مواد کو جس کا اردو ترجمہ پیش کیا جارہا ہے، میرے چچا (کیپٹن) محمد کریم صدیقی نے اب سے بہت عرصہ پہلے جمع کیا اور ترتیب دیا تھا۔ لیکن بوجوہ اس کو ابھی تک نہ اردو زبان میں منتقل کیا گیا تھا اور نہ یہ منظر عام پر لایا جاسکا تھا۔ ہر کام کا قدرت کی طرف سے ایک وقت مقرر ہوتا ہے۔ اسی کے مطابق اب اس کو اردو کا جامہ پہنا کر پہلے "ماہنامہ الانسان کراچی" اور اب "ماہنامہ سبیل ہدایت لاہور" کے ذریعہ بالاقسط پیش کیا جارہا ہے۔

(کیپٹن) محمد کریم صاحب صدیقی نے ۱۹۲۸ء میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے بی ایس سی پاس کیا تھا۔ ۱۹۳۲ء میں ان کو فوج میں کمیشن ملا۔ اور ۷-۱۹۳۶ء میں وہ شہنشاہ ایڈورڈ ہشتم کے باڈی گارڈس میں رہے۔ اس زمانہ میں انہیں بکنگھم پیلس میں جانے کے مواقع نصیب ہوئے اور ان کا قیام ہیمپٹن کورٹ پیلس لندن میں رہا۔ وہیں ان کے سامنے ایسا تاریخی مواد آیا جو عام تاریخ کی کتابوں میں دیئے ہوئے مواد سے مختلف اور نہایت چونکا دینے والا تھا۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ مواد انیسویں صدی کے وسط میں یورپ کے بڑے بڑے مورخین کی ایک جماعت نے ابتدائی ماخذات کی روشنی میں جمع کیا تھا۔ اس میں سے وہ حصہ جو اسلامی دور سے متعلق تھا اور جس سے یورپ پر بھی قرآن کریم کے زبردست اثرات کا اظہار ہوتا تھا۔ بعض مصالح کی بنا پر منظر عام پر نہیں لایا گیا۔ اور بعض مخصوص جگہوں پر اسکو محفوظ کردیا گیا۔ یہ مواد جب میری نظر سے گزرا تو میں نے کسی نہ کسی طرح اس کی نقل حاصل کرلی اور اس وقت سے اس کوشش میں رہا کہ کسی طرح یہ اردو میں منتقل ہوجائے تاکہ میرے ہم مذہب اور ہم وطن حضرات اس کو پڑھ کر قرآن کریم کی عظمت کو سمجھیں۔ اور اپنی زندگیوں کو اس کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق ڈھالیں۔"

خدا کا شکر ہے کہ اس نے اپنے فضل وکرم سے مجھے یہ توفیق عطا فرمائی کہ میں اس قیمتی مواد کو اپنے دینی بھائیوں کے فائدے کے لیے اردو زبان میں منتقل کررہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ میری سعی کو مشکور فرمائے اور مسلمانوں کو اس سے استفادہ کی توفیق دے۔

(ثناء الحق صدیقی)

مرتب ذاتی طور پر اور وراثتاً ایک سپاہی ہے وہ نہ مبلغ ہونے کا مدعی ہے اور نہ سیاست داں ہونے کا۔ اس نے ۱۹۲۸ء میں گریجویشن کیا اور ۱۹۳۲ء میں اس کو فوج میں کمیشن ملا۔ اس نے بکنگھم پیلس میں شہنشاہ معظم کے محافظ دستے میں کام کیا۔ ۷-۱۹۳۶ء میں اس کا ہیمپٹن کورٹ پیلس لندن میں قیام رہا۔ یورپی ممالک امریکہ، ترکی، مراکش وغیرہ کا ۱۹۵۸ء میں سفر کیا۔ اس دوران اس کی رسائی "ترقی سائنس کی برطانوی ایسوسی ایشن آکسفورڈ ۱۸۶۰ء (The British Association for the Advancement of Sc-Oxford 1860 A.D) کی زیر سرپرستی بڑی مقدار میں تحقیقی مواد تک ہوئی۔ ان تحقیقات سے بعض ایسے تاریخ شواہد سامنے آئے جن سے اکثر کو یا تو لوگوں کی نظروں سے اوجھل رکھا گیا تھا یا دنیا کے سامنے غلط طریقہ سے پیش کیا گیا تھا۔ ان تحقیقات سے پتہ چلا کہ یورپ میں کس طرح شہنشاہوں، جنگ آزماؤں، بادشاہوں، پادریوں، علماء اور منتخب روزگار حضرات نے قرآن کریم کا بنظر غائر مطالعہ کیا۔ اس کی اشاعت کی اور اس کے پیش کردہ ضابطہ حیات کو اپنی عملی زندگی میں جاری وساری کیا۔ اس سعی میں ان کو بعض اوقات اپنے سر اور تاج سے ہاتھ دھونا پڑا۔ ان میں سے انتہائی ذہین اور ذکی الطبع حضرات قرآن کی تہذیبی برتری اور اس کے انداز بیاں سے مسحور ہوکر رہ گئے۔

مثال کے طور پر سلطنت روما کے شہنشاہ اور بزنطینی سلطنت کے بانی شاہ لیو سوم (۷۱۸ء) کو مشہور یورپی مورخ تھیوفینس "قرآنی ذہن رکھنے والا" بتاتا ہے۔ لیو نے اپنی سلطنت کی حکمت عملی کی بنیاد پر ۷۳۶ء کے ایک اعلان کے ذریعہ قرآنی اصولوں پر قائم کی۔ وہ قرآنی تعلیمات سے اس درجہ متاثر ہوا کہ جب تک جیا اسی پر کاربند رہا۔ اس کے حسب ذیل جانشین:

۱۔ شہنشاہ قسطنطین (۷۵۱ء)
۲۔ شہنشاہ لیو چہارم (۷۷۵ء)
۳۔ شہنشاہ قسطنطین ششم (۷۸۰ء)

اس تحریک پر جو قرآنی اصولوں اور تہذیب کی حامل ہے ۸۰۷ء تک عمل کرتے رہے۔

لیو قسطنطین نے قسطنطنیہ کے مقام پر ۷۵۴ء میں ایک کونسل بلائی جس میں ۳۳۸ بشپوں نے شمولیت کی اور انہوں نے متفقہ طور پر قرآنی اصلاحات اور قرآنی اصولوں کو منظور کیا لیکن راہبوں نے بغاوت کردی اور انہوں نے شہنشاہ کو "مسلمان ملحد" قرار دیا لیکن شہنشاہ اپنے بے لچک عزم وارادہ پر مضبوطی سے قائم رہا (برٹش ریسرچ ششم، باب ۱۴ یورپ میں عقیدہ کا دور، صفحات ۷۱۷-۷۱۸)

جرمنی کا فرماں روا اور ہولی رومن امپائر کا شہنشاہ آٹو سوم (۹۳۰ء) قرآن کریم کا بڑا عالم سمجھا جاتا ہے۔ یہی حال اس کے جانشینوں راجر دوم اور راجر سوم کا اور ان کے شہنشاہوں کا ہے جو ۱۲۰۰ء تک حکمران رہے۔

۹۵۳ء میں بادشاہ اوٹو نے اپنے قاصد تھان لوھتا رنگ ٹن راہب کو علوم اسلامی کے مراکز کی جانب بھیجا تاکہ وہ علوم قرآنی اور فلسفہ کی کتابیں جمع کرکے

لائے۔ وہ شہنشاہ کے لیے بڑی تعداد میں مسودات لے کر آیا۔ اور اس طرح اسلامی تعلیم کا اس سلطنت میں نفوذ ہوا۔

برٹش ریسرچ صفحہ ۶، باب اوّل V2 کا کہنا ہے کہ:

جب قرآن کے مطالعہ کے زیر اثر شہنشاہ اوٹو سوم خیال کر رہا تھا کہ اپنی سلطنت میں ایک انقلاب برپا کرے تو ہم دیکھتے ہیں کہ اسی وقت سے قرآنی تعلیمات اور اخلاق، اور رومی جہالت اور مجرمانہ ذہنیت کے درمیان ایک آویزش شروع ہوگئی جس کے آگے چل کر دور رس نتائج پیدا ہوئے۔

پوپ گریگوری پنجم کی وفات پر شہنشاہ اوٹو نے حکم جاری کیا کہ عالم اجل گربرٹ پوپ کے منصب کے لیے منتخب کیا جائے اس کے بارے میں اوٹو کا خیال تھا کہ وہ گرجا اور سلطنت میں قرآنی اصلاحات نافذ کر سکے گا۔ لیکن روم اپنے فرومایہ مفاد کو اس طرح قربان کرنے کے لیے تیار نہ تھا۔ وہاں بغاوت ہوگئی ۔شہنشاہ اوٹو کو اپنے پوپ سلویسٹر دوم (یعنی عالم قرآن گربرٹ) کو قائم رکھنے کے لیے قوت استعمال کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ ایک لمحہ کے لیے ایسا محسوس ہونے لگا کہ یہ اصلاح کئی صدی پہلے روبہ عمل آ گئی ہوتی تو عیسائی یورپ، پاپائیت کی اس مذموم و قبیح ذلت سے بچ جاتا جو اس کا انتظار کر رہی تھی۔

ایک فاضل اور راست باز پوپ (گربرٹ سلویسٹر دوم) اور ایک لائق اور نوجوان عالم قرآن شہنشاہ اوٹو منصۂ شہود پر آئے لیکن ان سے جو توقعات وابستہ ہو سکتی تھیں روم کے مقتدر اعلیٰ اسٹیفانیا نے ان کو نسیاً منسیا کر دیا۔ اس ظالم امیر کے ہاتھوں صاف دل شہنشاہ زہر کا پیالہ پینے پر آمادہ ہوا اور روم ہلاکت کے گڑھے میں دھکیل دیا گیا۔

پوپ سلویسٹر دوم بھی ناقابل تلافی طور پر ان دواؤں کے ذریعہ جو سازش کے تحت اس کے کھانے میں ملا دی گئی تھیں از کار رفتہ بنا دیا گیا۔ اور وہ بھی اپنے ساتھی شہنشاہ آٹو (سوم) کے پیچھے پیچھے دنیا سے رخصت ہو گیا۔

جرمنی کے عربی علوم کے شیدائیوں کا ایک سلسلہ شہنشاہ راجر اوّل سے شروع ہوا اور اس کے بیٹے اور دوسرے جانشین راجر دوم (۱۱۳۰ء تا ۱۱۵۴ء) اور فریڈرک سوم پر جا کر نقطہ عروج پر پہنچا۔ راجر سوم مسلمانوں کے ملبوسات زیب تن کیا کرتا تھا اور اس کے ناقد اس کو نیم ملحد مسلم بادشاہ کہتے تھے۔ اس کی قباء پر عربی عبارتیں تحریر ہوتیں۔ اس کے پوتے ولیم دوم (۱۱۶۶ء تا ۱۱۸۸ء) کے زمانے تک عربی تہذیب اپنے شباب پر تھی۔ ان شہنشاہوں کے درباروں کے خاص رتن مسلمان فضلا تھے۔ مثلاً الادریسی۔ ان کے سکوں پر عربی عبارتیں درج ہوتی تھیں۔ زیادہ تر پہلا کلمہ اور عربی ہندسے ہوتے۔

صفحہ ۹، برٹش ریسرچ ''باب مذہبی دور'' میں بیان ہوا ہے کہ:

''قرآن خاموشی اور بغیر کسی دباؤ کے تمام یورپ میں روشنی پھیلا رہا تھا۔ نویں صدی سے انگریز، فرانسیسی اور جرمن جو علم اور شائستہ طور پر طریقے سیکھنے کے خواہشمند ہوتے وہ اسلامی درسگاہوں کا رخ کرتے تھے۔''

جرمنی کا بادشاہ اور ہولی رومن ایمپائر کا شہنشاہ فریڈرک (۱۲۱۵-۱۲۵۰ء) جو اپنے دور کا بڑا عالم و فاضل تھا (بالخصوص علوم قرآنی کا) اور جو اپنی ذہنی عظمت کے لئے مشہور تھا۔ اس نے نیپلز، فلورنس اور پلرمو میں (۱۲۲۴ء) عربی کے کالج قائم کئے۔ اس کا تذکرہ اس طرح ہوا ہے کہ مزارات مقدسہ پر تلاوت کر رہا ہے۔ اس نے عظیم مسلمان فلسفی ابن رشد کے دو بیٹوں کو اپنے دربار کا اقامت منظم بنا یا تھا ۔ اس کو فخر تھا کہ میرے پاس پچاس ہزار یورپی مسلمانوں کی فوج ہے جو مختلف مناصب پر تعینات تھے۔ اس نے روم کے قریب نیسیرہ اور بوسیرہ کے مقامات پر چھاؤنیاں قائم کی تھیں جن میں تیس ہزار مسلمان مقیم تھے۔

اس کے لڑکے انتریو نے اپنے باپ کی پالیسی کو جاری رکھا اور عربی مخطوطات بڑی تعداد میں جمع کئے۔ فریڈرک قرآن کے مخاطبین سے تیس سال نبرد آزما رہا۔ یہاں تک کہ آخر کار اس کے معتمد'' پتر و دونس'' نے جس کو اس نے اٹھا کر بلند مرتبہ پر پہنچا دیا تھا اس کو زہر دے کر مار ڈالا۔ فریڈرک کا لڑکا انتریو قید میں ڈال دیا گیا۔

شہنشاہ فریڈرک کے زوال سے وہ قرآنی اثرات جن کا وہ نمائندہ تھا، زائل نہیں ہوئے۔ وہ نہ صرف اس کے بعد بھی قائم رہے بلکہ بعد میں اس قوت پر بھی چھا گئے جس نے وقتی طور پر ان کو اکھاڑ پھینکا تھا۔ دہشت ناک عقوبتوں کے ہوتے ہوئے اور اس کے باوجود کہ وہ بیخ و بن کے اکھاڑ دیئے گئے تھے۔ انہوں نے دنیا دار لوگوں اور کلیسائی حلقوں میں بھی رسوخ حاصل کر لیا۔

برٹش ریسرچ V2، باب دوازدہم صفحہ ۱۰

انجام کار قرآنی اصول اعلیٰ کلیسائی طبقات میں بھی محسوس کیے جانے لگے۔ اور ان کا اثر اتنا زیادہ بڑھا کہ پوپ گریگوری نے بھی نجی طور پر اس طرح مسترد کئے گئے اصولوں کو اختیار کر لیا۔

یورپی جامعات بالخصوص آکسفورڈ اور پیرس کا یورپ میں عربی زبان پھیلانے میں سب سے بڑا حصہ ہے۔

قرآنی روشنی مراکز اور درسگاہوں سے نکلی ہوئی ذہنی شاہراہ جبل البرتات سے ہو کر پراونس میں جا پہنچی اور کوہ آلپس سے لورین، جرمنی اور وسطی یورپ میں نیز رود بار انگلستان کو پار کر کے انگلستان میں داخل ہو گئی۔

فرانس کے قابل ذکر شہروں میں سے مارسلینر ہے جہاں ریمنڈ لل نے عربی علوم کا ایک بڑا مرکز قائم کیا تھا۔ اس طرح کے دوسرے مراکز طولوں ناربوں، مونت پلیر جیسے شہروں میں بھی قائم ہو گئے تھے۔ یہ مقامات قرآن علوم اور فلسفہ کے خاص مراکز قرار پائے تھے۔

مشرقی فرانس میں شہر گلونی عربی علوم کی اشاعت کا اہم مرکز بن گیا۔ تقدس مآب پیٹر نے قرآن کا لاطینی میں ترجمہ کرایا۔ عربی سائنس کا لوتھنگین میں داخلہ ہوا تو اسکی وجہ سے وہ علاقہ مسلسل قرآنی، سائنسی اثر کا مرکز بنا رہا۔

لیشر، گورش اور کولین کے شہر قرآنی تعلیم کی نمو کے لیے نہایت زرخیز ثابت ہوئے۔ لورین سے

اس کی اشاعت جرمنی کے دوسرے حصوں میں ہوئی۔اور وہاں سے یہ تعلیم نارمن انگلستان میں منتقل ہو گئی۔اس کا ذریعہ وہ لوگ بنے جو یا تو لورین میں پیدا ہوئے تھے یا انہوں نے وہاں کے عربی کالجوں میں تعلیم پائی تھی۔تیرھویں صدی کے اختتام تک قرآنی سائنس اور فلسفہ یورپ کو منتقل ہو چکا تھا۔

انگلستان کے بادشاہ جان نے ۱۲۰۳ء میں ایک خفیہ مشن بھیجا جو ان حضرات پر مشتمل تھا:

۱۔ بیرن ٹامس ہارڈنگ ٹن۔مشن کا صدر

۲۔ بیرن رالف فیٹینی کولاز

۳۔ ماسٹر رابرٹ ڈیڈ۔لندن کا کیتھولک پادری۔

بادشاہ جان نے قرآنی اصولوں پر اپنے عقیدہ کا اظہار کرتے ہوئے اور ان کو اختیار کرتے ہوئے اس وقت کے امیر محمد علی ناصر کے سامنے اظہارِ اطاعت کیا اور اس سے وفاداری کا عہد کیا۔اور اپنی اور اپنی رعایا کی طرف سے الطاف وعنایت کی درخواست کی انگریزی تاریخ کے اس فراموش شدہ واقعہ، کو جب بادشاہ نے قرآنی نظام زندگی پر اپنے عقیدہ کا اظہار کیا تھا۔تیرھویں صدی کے وقائع نگار سنٹ البان نے قلم بند کیا ہے۔ماتھو پارس گیبریل رونے بھی اپنی کتاب ''تاتار خان کا انگریز'' تاصل نے اس واقعہ کو بیان کیا ہے۔لندن سے متعلق ایک کتاب پاریس رابرٹ ایڈلے نے بھی اس واقعہ کو بیان کیا ہے۔

برٹش ریسرچ، باب دوم صفحہ ۷۲

''اس طرح قرآن کا اثر فرانس، جرمنی، انگلستان اور برطانیہ اور اطالیہ میں ہوا جس میں شہر لیون کے غریب آدمیوں سے لگا کر جرمنی کے شہنشاہوں تک معاشرے کے بہت سے طبقے شامل تھے۔'' برٹش ریسرچ صفحہ ۱۲۹

جب حامل قرآن لوگوں نے مصر پر قبضہ کیا تو ان کا علم اور فلسفہ کے سیکھنے کا شوق پورے جوش کے ساتھ دریائے فرات کے کناروں سے لگا کر دریائے وادی الکبیر تک ظاہر ہوا۔

جاری ہے



میرے نزدیک یہ سوال ہی جہالت کی پیداوار ہے کہ حضور ﷺ نور ہیں یا بشر؟ کیونکہ نور کی ضد بشر نہیں اور نہ بشر کی ضد نور ہے یہ تو ایسے ہی ہوا جیسے کوئی پوچھے بتاؤ وہ فلاں شخص کالا تھا یا ٹھنگنا؟ اسے کہا جائے گا کہ بھئی کالے کا متضاد ٹھنگنا نہیں سفید ہے اور ٹھنگنے کی ضد کالا نہیں لمبا تڑنگا ہے یا اگر کوئی پوچھے کہ فلاں صاحب پڑھے لکھے ہیں یا اپاہج؟ تو اس سے کہا جائے گا ارے نادان! پڑھے لکھے کا متضاد جاہل ہے اور اپاہج کا متضاد تندرست وتوانا ہے۔بعینہٖ اگر حضور رحمت عالم ﷺ کے بارے میں کوئی سوال کرے کہ بتاؤ حضور ﷺ نور ہیں یا بشر؟ تو ہم کہیں گے تمہارا یہ سوال ہی غلط ہے کیونکہ نور کی ضد بشر نہیں ظلمت ہے اور بشر کی ضد نور نہیں بلکہ جن یا فرشتہ ہے۔اس وضاحت کے بعد اس سے کہو کہ اب سوال کرو کہ نعوذ باللہ حضور ﷺ نور ہیں یا ظلمت؟ یا حضور ﷺ بشر ہیں جن یا فرشتہ۔

میرے خیال میں احمق سے احمق ترین شخص بھی یہ سوال لب پر نہ لا سکے گا وہ اپنی تمام تر خباثت نفسی و باطنی کے باوجود یہ سوال کر ہی نہیں سکے گا۔تو نتیجہ یہ ہوا کہ حضور ﷺ ظلمت نہیں نور ہیں۔اسی طرح حضور نبی کریم ﷺ فرشتے یا جن نہیں بلکہ بشر اور انسان ہیں گویا حضور نبی رحمت ﷺ نور بھی ہیں بشر بھی ہیں یعنی آپ بے مثل اور بے مثال نوری بشر ہیں۔

ہمارے نزدیک حضور پرنور شافع یوم النشور ﷺ کی ذات ستودہ صفات کے بارے میں نور ہونے کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ حضور سرور کائنات ﷺ نعوذ باللہ تعالیٰ کے نور کا ٹکڑا ہیں اور نہ ہی ہمارا عقیدہ ہے کہ حضور نبی الانبیاء ﷺ کی ذات کے نور کا مادہ اللہ تعالیٰ کا نور ہے العیاذ باللہ۔اور اس کا یہ مفہوم بھی ہرگز نہیں کہ حضور پرنور شافع یوم النشور ﷺ کا نور اللہ تعالیٰ کے نور کی طرح ازلی وابدی ہے اور اس کا یہ مفہوم بھی نہ سمجھا جائے کہ اللہ تعالیٰ حضور ﷺ فداہ امی وابی الفاً الفاً کی ذات میں سرایت کر گیا ہے۔یہ جملہ امور غلط فہمی کی پیداوار ہیں جبکہ حقیقت حال یہ کہ حضور نبی کریم رؤف رحیم ﷺ کی ذات کے نور ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ حضور پرنور ﷺ اللہ تعالیٰ کی ذات سے بلاواسطہ فیض لینے والے ہیں جیسے ایک چراغ سے دوسرا چراغ جلا کر پھر اس چراغ سے آگے ہزاروں لاکھوں چراغ جلا لئے جائیں یا ایک آئینہ سورج سے بلاواسطہ چمک حاصل کرتا ہے اس کا دوسرا رخ اندھیرے کمرے میں پڑے ہزاروں آئینوں کی طرف بھی ہو تو وہ اس سورج سے بالواسطہ نور لے کر روشن ہو جائیں گے۔اب ظاہر ہے کہ پہلے آئینے میں سورج نے نہ تو سرایت کیا ہے اور نہ حلول کیا ہے اس کے باوجود اگر یہ آئینہ درمیان میں سے ہٹا دیا جائے تو باقی آئینے پھر اندھے کے اندھے ہو کر رہ جائیں۔اگر پوری کائنات میں بے حد و عدو علم وفضل کے چراغ روشن ہیں تو صرف سے اسی آئینہ حق نما ﷺ کی موجودگی کا احساس دلاتے ہیں۔وہ آئینہ آج بھی اسی طرح ذات باری تعالیٰ سے فیض یاب ہو کر پوری کائنات کو منور کر رہا ہے۔

نور کو دو طرح سے سمجھا جا سکتا ہے ایک نور حسی جسے آنکھوں سے محسوس کیا جا سکتا ہے جیسے دھوپ، چاندنی، روشنی، بجلی اور چمک وغیرہ۔یہ اجالا بھی نور ہی کہلاتا ہے اور اسے ہر آنکھ والا اور چشم بینا والا محسوس

کرتا ہے۔ دوسرا نور عقلی ہے جسے آنکھ سے محسوس تو نہ کیا جا سکے البتہ عقل تسلیم کرتی ہے کہ یہ نور ہے جیسے علم وفن، ہدایت وراہنمائی، حقیقت ومعرفت کی پہچان، دین اسلام، کتاب ہدایت، تجربات فہم وبصیرت، یہ ایسا نور ہے جو صرف دل بینا کو نظر آتا ہے اور اس نور کو صرف صاحب بصیرت ہی دیکھ سکتا ہے۔ جاہل وعالم میں کیا وجہ امتیاز ہے۔ تجربہ اور ناتجربہ کاری میں کیا فرق ہے۔ دین اور بے دین میں کیا وجہ امتیاز ہے۔ یہ فرق کر سکنا بھی نور ہے۔ آنکھ کو تو بظاہر ان میں کوئی وجہ امتیاز اور کوئی فرق نظر نہیں آتا دونوں کے اعضاء جسمانی ایک سے ہیں دونوں کا انداز گفتگو رفتار ایک سی ہے۔ اس لئے ایک جاہل مطلق شخص ان دو حقائق میں فرق نہیں کر سکتا اس نور کو تو صرف کوئی نور والا ہی پہچان سکتا ہے۔ نور کی ایک صفت یہ بھی ہوتی ہے کہ وہ خود بھی ظاہر ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی ظاہر کرتا ہے۔ یہ صفت نور حس اور عقلی دونوں کی ہے۔ سورج، چاند، ستارے، بجلی، چراغ، شمع خود بھی منور ہیں اور دوسروں کو بھی منور کرتے ہیں۔ اندھیرے چھٹ جاتے ہیں، ظلمتیں کافور ہو جاتی ہیں۔ یہ نور حسی ہے۔ یہ نور بھی صرف دیدہ بینا والے کو نظر آتا ہے۔

دیدۂ کور کیا آئے نظر کیا دیکھے

دوسرا نور عقلی، عالم فاضل، صاحب فن، صاحب تقویٰ یا دنیاوی اعتبار سے تجربہ کار خود بھی آگاہ ہوتا ہے اور وہ اس آگاہی کے نور کو آگے بھی پھیلاتا چلا جاتا ہے اور چراغ سے چراغ روشن ہوتے چلے جاتے ہیں۔ کیا اس ہدایت وراہنمائی کو نور نہیں کہا جا سکتا اور اس نور کو بھی وہی دیکھ سکتا ہے جو اس وادی میں قدم رکھنے والا ہو۔ ایک جاہل مطلق کے لئے اس مینارۂ نور میں اور ایک عام انسان میں کوئی وجہ امتیاز نظر نہیں آئے گی۔

یہ نور ابوجہل کو، ابولہب، عتبہ وشیبہ کو نظر نہیں آیا۔ یہ نور صرف حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو نظر آیا انہوں نے دیکھا، جانا پہچانا اور پسند کیا۔ پھر اسی نور سے ان کی راہیں منور ہوئیں۔ ذرا آیئے دیکھیں وہ کس طرح اس نور کی عظمت کا اعتراف کرتے ہیں۔

وَاَنْتَ لَمَّا وَلَدْتَ اَشْرَاقَتِ
اَلْاَرْضُ وَضَاعَتْ بِنُوْرِكَ الْاُفُقِ
فَنَحْنُ فِيْ ذَالِكَ الضِّيَاءُ وَفِيْ
النُّوْرِ سَبِيْلُ الرِّشَادِ نُخْتَرِقُ

یعنی آپ جب پیدا ہوئے تو آپ کے نور سے زمین وآسمان کے کنارے چمک اٹھے تو ہم اسی نور سے منور، روشنی میں بستے ہیں اور اسی نور سے ہدایت کے راستے تلاش کرتے ہیں کیا زمین وآسمان کے کنارے آپ کی ولادت باسعادت سے روشن ومنور ہوتے ہوئے عرب کے ان ہزاروں انسانوں کو نظر آئے؟ جن کو آپ کو ہدایت نصیب نہیں ہوئی۔

نہیں ہرگز نہیں ایسے لوگ کونہ جب نظر آئے تھے اور نہ آج آرہے ہیں حالانکہ دیکھنے والے جب بھی دیکھتے تھے اور آج بھی دیکھ رہے ہیں کہ آپ کی ولادت باسعادت سے پوری کائنات منور ہوئی تھی اور آج بھی منور ہے اور تاقیامت رہے گی۔ آپ نے اپنے پروردگار عالم کے فیض نور سے فیض یاب ہو کر نور بصیرت حاصل کیا پھر جو آپ کے قریب آیا وہ خود بھی روشنی کا مینار بنتا چلا گیا وہ نور آج بھی چاردانگ عالم میں اپنے نور کا اجالا پھیلاتا ہوا نظر آتا ہے اس نور کو دیکھنے کے لئے ابوجہل، ابولہب، عبداللہ ابن ابی کی آنکھ نہیں، بلال حبشی، صہیب رومی، سعد بن وقاص اور آل یاسر کی آنکھ کی ضرورت ہے (رضوان اللہ علیہم اجمعین)۔ اس آنکھ سے دیکھنے والا اگر آج کوئی پیدا ہو جائے تو فوراً پکار اٹھے گا۔

ساعت ذکر پاک رسول آ گئی
سارے عالم پہ اک کیف چھانے لگا
مطربان ازل زمزمہ سنج ہیں
روح کونین کو وجد آنے لگا
ان کی آمد کے پھر تذکرے چھڑ گئے
ذکر میلاد پھر دلبھانے لگا
گلستان گلستان پھر بہار
آ گئی پھر چمن کا چمن مسکرانے لگا

ان کیفات میں ڈوب کر دیکھنے والوں میں سے چند ایک اور عظیم شخصیات کے احساسات ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ انور میں نور جیسی چمک تھی۔ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ آپ کا چہرہ مبارک چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا تھا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ربیع ابن معوذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر تم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھتے تو ایسا محسوس کرتے ہیں کہ گویا سورج نکل آیا ہے۔ حضرت عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''وچوں آں حضرت عین نور باشد۔ نور را سایہ نمی باشد''، یعنی چونکہ آپ عین نور تھے اور نور کا سایہ نہیں ہوتا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں نور فرمایا ہے۔ حضرت امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ قصیدہ بردہ شریف، میں اپنے کریم آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں اپنی عقیدتوں کے پھول یوں پیش کرنے کا اعزاز حاصل کرتے ہیں۔

فَاَنَّكَ شَمْسُ فَضْلٍ هُمْ كَوَاكِبُهَا
يُظْهِرُوْنَ اَنْوَارَهَا لِلنَّاسِ فِي الظُّلَمِ

یعنی اے اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ فضل وکرامت کے سورج اور جملہ انبیاء کرام آپ کے ستارے ہیں جو آپ ہی کا نور لوگوں کے لئے اندھیروں میں پھیلا رہے ہیں۔ حضرت علامہ جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ مثنوی شریف میں نورانیت مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوں بیان کرتے ہیں۔

عکس نور ہمہ نوری بود
عکس دور از حق ہمہ دوری بود

یعنی اللہ تعالیٰ کے نور کا سایہ بھی نور ہوتا ہے جو خدا سے دور ہو جائے ان کا سایہ بھی دور ہوتا ہے۔

این خورد گرد پلیدی زیں جدا
آں خورد گردو ہمہ نور خدا

یہ جو کچھ کھاتے ہیں اس سے ناپاکی ظاہر ہوتی ہے اور وہ جو کچھ کھاتے ہیں وہ سب نور بن جاتا ہے۔

حضرت امام احمد بن محمد عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نورانیت مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیان کرتے ہیں ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم اپنا سر اونچا اٹھا انہوں نے اپنا سر اوپر اٹھایا تو عرش کے پردوں میں ایک

نور دیکھا۔عرض کیا اے مولا!یہ نور کیسا ہے؟فرمایا یہ ایک نبی کا نور ہے جو تمہاری اولاد میں سے ہوں گے ان کا اسم گرامی آسمانوں پر احمد ﷺ ہے اور زمین پر محمد ﷺ ہے۔اگر وہ نہ ہوتے تو ہم نہ آپ کو پیدا کرتے اور نہ آسمان کو اور نہ زمین کو"

مولانا اشرف علی تھانوی نشر الطیب میں اپنے جذبات کا اظہار یوں کرتے ہیں۔

"پہلی فصل نور محمدی کے بیان میں"

"اس فصل میں نورانیت مصطفوی ﷺ سے متعلق تمام احادیث تحریر کرتے ہیں جو اہل سنت اکثر وبیشتر بیان کرتے رہتے ہیں مثلا

ا۔پہلی روایت:عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ میں نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں مجھ کو خبر دیجئے کہ سب اشیاء سے پہلے تعالیٰ نے کون سی چیز پیدا کی۔آپ نے فرمایا کہ اے جابر!اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے (نہ بایں معنی کہ نور الٰہی اس کا مادہ تھا بلکہ نور فیض سے) پیدا کیا۔پھر وہ نور قدرت الٰہیہ سے جہاں اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا سیر کرتا رہا اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم اور نہ بہشت اور نہ دوزخ تھا اور نہ فرشتے تھے اور نہ آسمان تھا۔پھر جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار برابر حصے کئے اور ایک حصے سے قلم پیدا کیا اور دوسرے سے لوح اور تیسرے سے عرش ،آگے طویل حدیث۔(نشر الطیب ذکر النبی الحبیب تاج کمپنی لاہور کراچی (۲۵۲،۵۳)۔

حوالہ بالا میں دونوں قوسوں کے درمیان جو عبارت ہے۔(نہ بایں معنی کہ نور الٰہی اس کا مادہ تھا بلکہ اپنے نور کے فیض سے) بالکل یہی تصور عقیدہ اہل سنت وجماعت کے طور پر ہم سابقہ سطور میں بیان کر آئے ہیں۔

۲۔پانچویں روایت: احکام ابن القطان میں منجملہ ان روایات کے جو ابن مرزوق نے ذکر کی ہیں۔حضرت علی بن الحسین (یعنی امام زین العابدین) رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ اپنے باپ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور وہ ان کے جد امجد یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ آدم علیہ اسلام کے پیدا ہونے سے چودہ ہزار برس پہلے اپنے پروردگار کے حضور میں ایک نور تھا صفحہ ۸،۹۔

مزید آگے چل کر حضرت عباس رضی عنہ نے عم رسول ﷺ کا قصیدہ تحریر کیا ہے جس کا ایک شعر ہم گزشتہ سطور میں بیان کر آئے ہیں اور قصیدہ بردہ شریف کے اشعار بھی نقل کئے ہیں جن کا ذکر گزشتہ سطور میں مادہ تھا بلکہ نور کے فیض سے) پیدا کیا۔پھر وہ قدرت الٰہیہ سے جہاں اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا سیر کرتا رہا۔اس وقت نہ لوح تھی قلم اور نہ بہشت اور نہ دوزخ تھا اور نہ چاند تھا اور نہ جن تھا اور نہ انسان تھا۔پھر جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار حصے کئے اور ایک حصے سے قلم پیدا کیا اور دوسرے سے لوح اور تیسرے سے عرش آگے طویل حدیث ہے۔

(نشر الطیب ذکر النبی الحبیب تاج کمپنی لاہور ،کراچی ۲۵۲،۵۳) چوتھی فصل: آپ کے نور مبارک کے بعض آثار کے ظاہر ہونے میں آپ کے والد ماجد جد امجد ہیں۔اس فصل میں پہلی حدیث ملاحظ فرمائیں۔

پہلی روایت حافظ ابو سعید نیشا پوری ابی بکر بن ابی مریم اور انہوں نے سعید بن عمرو انصاری سے اور انہوں نے اپنے باپ سے اور انہوں نے کعب احبار سے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا نور مبارک جب عبدالملطب میں منتقل ہوا اور وہ کچھ جوان ہو گئے تو ایک دن حطیم میں سو گئے ۔جب آنکھ کھلی تو دیکھا آنکھ میں سرمہ لگا ہوا ہے ،سر میں تیل پڑا ہے اور حسن وجمال کا لباس زیب تن ہے ان کو سخت حیرت ہوئی کہ کچھ معلوم نہیں یہ کس نے کیا ہے۔ان کے والد ان کا ہاتھ پکڑ کر کاہنان قریش کے پاس لئے گئے اور سارا واقعہ بیان کیا۔انہوں نے جواب دیا معلوم کرلو کہ رب السمٰوات نے اس نوجوان کو نکاح کا حکم فرمایا ہے۔ چنانچہ انہوں نے فاطمہ سے نکاح کیا اور وہ عبداللہ آپ کے والد ماجد کے ساتھ حاملہ ہو گئیں اور عبدالمطلب کے بدن سے خوشبو آتی تھی اور رسول اللہ ﷺ کا نور ان کی پیشانی میں چمکتا تھا اور جب قریش میں قحط ہوتا تو عبدالمطلب کا ہاتھ پکڑ کر جبل شبیر کی طرف لے جاتے تھے اور ان کے ذریعے سے حق تعالیٰ کے ساتھ تقریب ڈھونڈتے اور بارش کی دعا کرتے تو اللہ تعالیٰ بہ برکت نور محمدی ﷺ کے باران عظیم رحمت فرماتے ۔۔۔الخ کذا فی المواہب صفحہ ۲۰۔

اس عبارت میں غور فرمائیں یہ ہیں وہ مبارک الفاظ جن کی ادائیگی کے "جرم" میں اہل سنت وجماعت مورد الزام ہیں

تیری زلف میں پہنچی تو حسن کہلائی
وہ تیرگی جو میرے نامہ سیاہ میں ہے

مولانا اشرف علی تھانوی صاحب اپنی کتاب شلج الصدور میں لکھتے ہیں۔

درشعاع بے نظیرم لاشوید
ورنہ پیش نورمن اسواشوید

اپنی کتاب کے ایک مقام پر لکھتے ہیں

نبی خود نور اور قرآن ملا نور
نہ ہو پھر مل کیوں نور علی نور

حضرت شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ ولی رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد "انفاس رحیمیہ" میں تحریر فرماتے ہیں۔

"فرش سے عرش تک اور اعلیٰ فرشتے اسفل کی جنس سب کے سب حقیقت محمد یہ سے پیدا ہوئے ہیں ۔حضور ﷺ کا فرمان ہے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا فرمایا۔اگر آپ نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ نہ آسمانوں کو پیدا کرتا اور نہ ہی اپنی ربوبیت کو ظاہر کرتا"

مولانا حسین احمد صاحب "الشہاب الثاقب" میں لکھتے ہیں۔

"ہمارے حضرات اکابر کے اقوال وعقائد کو ملاحظ فرمائیے۔یہ جملہ حضرات حضور پر نور علیہ السلام کو ہمیشہ سے ہمیشہ تک واسطہ فیوضات الٰہیہ وسراب رحمت غیر متناہیہ اعتقاد لئے بیٹھے ہوئے ہیں۔ان

کاعقیدہ یہ ہے کہ ازل سے ابد تک جو رحمتیں عالم پر ہوئی ہیں اور ہوں گی ۔ عام ہے وہ نعمت وجود کی ہو یا کسی اور قسم کی ان سب میں آپ کی ذات پاک اسی طرح واقع ہوئی کہ آفتاب سے چاند وجود میں آیا اور چاند سے نور ہزاروں آئینوں میں غرض کہ حقیقت محمد یہ واسطہ جملہ کمالات عالم وعالمیان ہیں۔ یہ ہی معنی لولاك لماخلقت الافلاك اوراول ماخلق الله نوری وانانبی الانبیاء کے ہیں"۔

مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب "امداد السلوک" میں لکھتے ہیں۔ اس سبب سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور اور کتاب مبین آئے۔ نور سے مراد حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک ہے۔ نیز حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم نے آپ کو گواہ اور بشیر ونذیر اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والا چمکانے والا سورج بنا کر بھیجا۔ منیر روشن کرنے اور نور دینے والے کو کہتے ہیں"

ایک مقام پر اسی کتاب میں تحریر کرتے ہیں۔

"حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی حضرت آدم کی اولاد مگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس طرح پاک فرمالیا کہ آپ خالص نور ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو نور فرمایا۔ یہ حدیث ہو چکی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سایہ نہ رکھتے تھے اور ظاہر ہے نور کے سوا تمام جسم سایہ رکھتے ہیں"

گویا ہم ان بزرگان دین کے عقائد اور نظریات سے اس نتیجہ پر پہنچے کہ نور وہ نور جو خود ظاہر ہو اور دوسروں کو بھی ظاہر کرے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود ایسے ظاہر کہ انہیں بحر و بر، خشک وتر، شجر وحجر، آسمان کا ہر ستارہ زمین کا ہر ذرہ پہچانتا ہے۔ انسان انہیں جانیں، جانور انہیں پہچانیں، کنکروں کو ان کا کلمہ از بر ہو، پتھر ان کی گواہی دیں۔ غرض کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود ایسے چمک چمک اٹھے مدینہ منورہ کی گلیاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چمکیں، مکہ مکرمہ کے کوچہ وبازار آپ سے چمکے، خانہ کعبہ کے در و دیوار، نقش ونگار آپ ہی سے جگمگائے۔ آپ ہی کے وسیلہ سے آپ ہی کی نسبت سے بلکہ آپ ہی کی وجہ سے حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے نصیب چمکے کہ دنیا ان کی عظمت کے گیت گا رہی ہے۔

بڑی تو نے توقیر پائی حلیمہ
کہ ہے تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دائی حلیمہ

اندھا راستہ دکھا نہیں سکتا کہ وہ خود اندھا ہے راستے سے بے خبر ہے۔ غافل کسی کا راہبر نہیں بن سکتا کہ غافل جو ٹھہرا۔ جاہل علم کی روشنی نہیں بانٹ سکتا کہ وہ خود اس نعمت عظمیٰ سے محروم ہے۔ خود سونے والا دوسروں کو کیسے جگا سکتا ہے۔ بلاشبہ ساری کائنات انسانی از آدم ایں دم فطرتاً روشنی کی متلاشی ہے۔ اس روشنی کے بانٹنے کا فرض اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کے سپرد کیا اور یہ انبیاء کرام خود اس منصب پر فائز نہیں ہوئے اور نہ کوئی اپنی کسب وہمت سے اس منصب پر فائز ہو سکتا ہے بلکہ خود خالق کائنات خالق انسانیت نے اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لانے، پھر اس سے انہیں روشن کرنے اور ان کو روشنی کا مینار بنانے کے لئے انبیاء کرام کو اس مرتبہ جلیلہ پر فائز کیا۔ لہذا ان انبیاء کرام کو اس عظیم منصب کے حوالہ سے جس جس جبلت کی ان کے دور میں ضرورت تھی وہ بدرجہ اتم خود ان میں پیدا کر دی۔ انہیں عام انسانوں سے ہر اعتبار سے ممتاز کیا۔ ان کی سیرت، ان کا کردار، ان کی صورت، انکی نشست وبرخاست، خورد ونوش، آمد ورفت غرض کہ ہر نبی ہر اعتبار سے انوکھا اور نرالہ ہے۔ یہ صفات بھی خود ان کی اپنی ذات میں اپنی پیدا کردہ نہیں ہیں بلکہ خود خالق ارض وسما نے ان میں پیدا کی ہیں۔ یہ کفر وضلالت، جہالت وگمراہی میں بھٹکنے والوں کو مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ لانے والے کیا خود بے نور تھے؟ نعوذ باللہ ہرگز نہیں وہ نور تھے۔ سراپا نور تھے اور ہونا بھی چاہئے تھا اگر ایسا نہ ہوتا تو فطرت کے بالکل خلاف ہوتا۔

یہی وجہ کہ سب اہل علم سب اہل سنت و نبی آخر الزمان، رحمت کائنات، معلم علم وحکمت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عقیدۃ نور سمجھتے ہیں اور خدانخواستہ وہ نور نہیں تھے تو کیا ظلمت تھے؟ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ عَنْ هٰذِهِ الْخُرَافَاتِ۔ آپ کے بشر ہونے میں تو کسی کو اختلاف ہی نہیں۔ اگر اختلاف ہے تو اتنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بشر تو تھے لیکن ایسے بشر نہیں جیسے کافر لوگ ان کو بشر سمجھتے تھے کہ ان میں اور ہم میں کیا فرق ہے۔ اگر صورت اور اعضاء جسمانی کے اعتبار سے تمام انسان ایک جیسے ہوتے تو ایک عورت کے سامنے باپ اور بیٹا، خاوند وبھائی میں کیا وجہ امتیاز رہتی۔ ابوجہل اور ابولہب اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کیا فرق رہ جاتا۔

گر بصورت آدمی یکساں بدے
احمد و بوجہل ہم یکساں بدے

اگر چہ آپ سراپا نور ہیں کہ سراپا نور فطرت کے عین مطابق ہے اور ارشادات نبوی اس پر گواہ ہیں کہ آپ نے اپنی ذات کی طرف نور ہونے کی بنسبت کر بیان فرمایا۔ اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ جیسی بے شمار احادیث موجود ہیں۔ اس کے باوصف وہ مستجاب الدعوات شخصیت جو دعا مانگ رہی ہے وہ بھی تو ملاحظہ فرمائیں۔ آپ دعا فرماتے ہیں:

"یعنی اے اللہ میرے کریم اللہ! تو میرے دل میں نور بھر دے، تو میری آنکھ میں نور بھر دے، تو میرے کانوں میں نور سما دے، میرے اوپر بھی نور ہو، میرے نیچے بھی نور ہو، میرے دائیں بھی نور، میرے بائیں بھی نور ہو میرے سامنے بھی نور اور میرے پیچھے بھی نور ہو بلکہ تو مجھے نور ہی نور بنا دے"

ان دعائیہ کلمات کے بعد اگر کوئی یہ کہے کہ ہو سکتا ہے آپ کی یہ دعا منظور ہی ہوئی ہو تو ایسی فکر رکھنے والا احمقوں کی دنیا میں بستا ہے۔ قرآن گواہ ہے ولسوف یعطیك فترضیٰ اور فلنولینّك قبلةً ترضٰها۔ یعنی ذات باری تو یہ چاہتی ہے کہ میرا محبوب کچھ طلب کرے اور میں اس کی چاہتوں، خواہشوں اور رضا کو پورا کروں اور کوئی یہ کہے کہ ممکن ہے یہ دعا یقیناً پوری ہوئی اس لئے آپ نور ہیں بلکہ نور علیٰ نور ہیں اور جو بھی آپ کے قرب کی لذتوں سے آشنا ہوتا گیا وہ بھی منور ہوتا چلا گیا روشنی کا مینارہ ہوتا گیا۔ راقم الحروف جب مضمون تحریر کرنے لگا تو اس موضوع پر کتب بینی کرتے رسائل نعیمیہ بھی نظر نواز ہوئے۔ ان میں ایک "رسالہ نور" بھی ہے۔ اس رسالہ کے



ابتدائیہ میں شیخ الاسلام والمسلمین، عشق مصطفوی سے سرشار، صاحب چشم بصارت وبصیرت حضرت علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فقرہ بہت پسند آیا اور اسی فقرے نے مجھے یہ چند سطور لکھنے پر مزید اُبھارا۔ وہ فقرہ پڑھئے اور لطیف لیجئے۔

میں نے حضور ﷺ کا نمک کھایا ہے ان کے نام پر پلا ہوں۔ ان کے دروازے کے ٹکروں پر گزارا کررہا ہوں۔ ان کی غلامی سے عزت ملی ہے۔ نمک حلال نوکر کو اپنے آقا کی توہین یا اس کے کمال کا انکار برداشت نہیں ہوتا۔ مجھے اس سے دکھ ہوتا ہے۔ صرف چوب قلم ہاتھ میں ہے یہ تو میسر نہ ہوا کہ بدروحنین کا میدان ہوتا اوران پر جان نچھاور کرتے ہوئے کفارے کے تیروتلوار اپنے اوپر لیتے۔

جو ہم بھی وہاں ہوتے خاک گلشن
لپٹ کے قدموں کی لیتے اُترن
مگر کریں کیا نصیب میں تو
یہ نامرادی کے دن لکھے تھے

اگر وہ نصیب نہ ہوا تو کم ازکم چوب قلم سے بدگویوں کا مقابلہ کریں اور دشمنوں کے لسان قلم کو اپنے اوپر جھیلیں۔ شاید اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور غازیان کے غلاموں میں حشر نصیب ہوجائے اور حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حاشیہ برداروں میں قیامت کے دن اٹھائے۔

یہ مدنظر رکھتے ہوئے فقیر نے اس 'مضمون'' کے لکھنے کی ہمت کی ہے جس میں ثابت کیا ہے کہ حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کے نور ہیں اور سارے عالم کا ظہور حضور ﷺ کے نور سے ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہر علم ہیں اور تمام علوم معلم اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خیرات لے کر ارتقاء کی بلندیوں پر روشنی بکھیر رہے ہیں۔ وہ روشنی، روشنی ہی نہیں جو آفتاب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود مسعود سے اکتساب شعور نہ کرے۔ وہ دانش، دانش ہی نہیں جو لب اقدس پر علم، حکمت اور دانائی کی خوشبوئے لازوال سے مشام جان کو معطر نہ کرے اس لیے کہ علم، حکمت اور دانائی کا ہر چشمہ نقوش کف پائے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پھوٹتا ہے۔ رب کائنات نے اپنے آخری آسمانی صحیفے قرآن مجید فرقان حمید میں رسول اول و آخر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جن معجزات کے تذکار جمیلہ سے ہم غلاموں کے قصر ایمان میں چراغاں کیا ہے ان میں سرکار کون ومکاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شان اُمیت سے مزین ہونا بھی ہے۔ اُمّی کا مفہوم یہ ہے کہ کسی استاد سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھا اور نہ کسی اور انسانی ذریعے سے ہی سیکھا۔ اس کے باوجود ساری انسانیت میں علوم وفنون کے خزانے بانٹے۔ قدوم مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے علم کی روشنی کا ظہور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک عظیم معجزہ ہے اور اس معجزے کا تسلسل بھی تہذیب انسانی کے ارتقاء اور علوم جدید اور جدید تر ٹیکنالوجی کے مختلف مظاہر کی صورت میں دیکھا جاسکتا ہے۔

اُمّی کے لغوی اور اصطلاحی معنی

اُمّی کا لفظ ام سے نکلا ہے اور ام عربی زبان وادب میں دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

(۱) اصل اور جڑ (۲) ماں

ام بمعنی اصل: اگر لفظ ام اصل کے معنوں میں استعمال ہو تو اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ وہ ذات جو اپنی اصل پر قائم ہو، اسے اصل کہا جائے گا۔ اصل اور جڑ وہ فطرت ہے جس سے رب کائنات انسان کو تخلیق کرتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیھا۔ ''اللہ کی اس فطرت پر جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا قائم رہ'' (سورۃ روم)

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ما من مولود الایولا علی الفطرۃ فابواہ یھودانہ اوینصرانہ اویمجسانہ۔

ہر بچہ اپنی فطرت پر پیدا ہوتا ہے اس کے والدین اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنادیتے ہیں۔ (صحیح البخاری)

گویا ہر بچہ خواہ وہ کسی یہودی کے ہاں پیدا ہو یا نصرانی کے ہاں کسی مسلمان گھرانے میں اس کی ولادت ہوئی ہو یا کسی ہندو کے گھر میں آنکھ کھولے ابتداء اللہ تعالیٰ کی توحید اور معرفت اس کے من میں موجود ہوگی۔

جب وہ دنیا میں آنکھ کھولتا ہے تو سب سے پہلے اپنے گھر کے ماحول سے اثر قبول کرتا ہے اگر اس کے والدین ہندو ہوں گے تو وہ بھی ہندو بنے گا اگر یہودی ہوں گے تو بچہ بھی یہودی بنے گا۔

مذہب سے وابستگی عموماً بچے کو والدین کی طرف سے منتقل ہوتی ہے لیکن بچپن سے لے کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لڑکپن تک کا مطالعہ کریں تو اس خوشگوار حیرت کا انکشاف ہوتا ہے کہ آپ نے قریش کے مذہبی افکار ونظریات سے کوئی اثر قبول نہ کیا صنم تراشی اور صنم پرستی سے قطعاً متاثر نہ ہوئے اور ایک بچے کی جو فطرت ہوتی ہے وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس میں کسی شکست و

ریخت کا شکار ہوئے بغیر محفوظ رہی آپ نے اپنی حیات طیبہ کے ابتدائی چالیس سال ایک ایسے ماحول میں گذارے جہاں سورج، چاند اور ستاروں کی پرستش ہوتی تھی حرم کعبہ 360 بتوں کا معبد تھا جنہیں لوگ اپنی حاجت روائی اور مشکل کشائی کیلئے پکارتے تھے اخلاقی قدروں کا جنازہ نکل چکا تھا شرک اور کفر کے اس گھٹا ٹوپ اندھیرے میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بچپن اور لڑکپن گذرا۔ اسی اندوہناک ماحول کے پس منظر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے شادی کی۔ کردار کی مضبوطی کا یہ عالم تھا کہ یقین کی شمع آپ کے قول وعمل میں ہمیشہ فروزاں رہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دامن عصمت ہوائے شہر میں بداخلاقی کے چھینٹوں سے کبھی داغدار نہ ہوا۔ اعلان بعثت کے وقت کردار کی اسی خوشبو اور شخصیت کی اسی روشنی کو نبوت کی دلیل کے طور پر پیش کیا یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی فطرت پر اسی طرح پاک وصاف رہے جس فطرت پر رب کائنات نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تخلیق مکمل کی تھی۔ استحصال اور ظلم پر مبنی اس بے روح معاشرے میں زندگی کی چالیس بہاریں دیکھ چکنے کے بعد بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمّیت اور اصلیت اپنی فطرت پر قائم رہی۔

ام بمعنی ماں:

لفظ، ام، اگر بمعنی ماں استعمال ہو تو اس لحاظ سے اُمّی کا مفہوم یہ ہوگا کہ وہ ہستی جو اپنی ساری زندگی گذار کر بھی اسی حالت میں ہو جس حالت میں ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئی تھی۔ جب کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے تو دو بنیادی خوبیوں کا حامل ہوتا ہے ایک یہ کہ وہ برائی گناہوں اور آلائش سے پاک ہوتا ہے دوسرا یہ کہ وہ تمام اکتسابی علوم سے بھی منزہ ہوتا ہے اس لیے کہ اکتساب کا تعلق پیدائش انسانی کے بعد ہوتا ہے۔ جب انسان سیکھنے کے عمل کا آغاز کرتا ہے تو اچھائی اور برائی دونوں کے اس کی سیرت کا جزو بننے کا امکان ہوتا ہے۔

قرآن پاک میں رب کائنات نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس لیے اُمّی قرار دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی زندگی کا بیشتر حصہ گذار کر بھی اسی طرح معصوم تھے جیسے اپنی پیدائش کے وقت، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اسی ظاہری اور باطنی طہارت اور پاکیزگی کی بنا پر قرآن مجید نے آپ کو النبی الاُمّی کے لقب سے یاد کیا۔

ارشاد فرمایا:

الذین یتبعون الرسول النبی الاُمّی۔ (الاعراف)

یہ وہ لوگ ہیں جو اس رسول کی پیروی کرتے ہیں جو اُمّی (لقب) نبی ہیں (یعنی دنیا میں کسی شخص سے پڑھے بغیر منجانب اللہ لوگوں کو اخبار غیب اور معاش کے علوم ومعارف بتاتے ہیں)

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

فامنوا باللہ ورسولہ النبی الاُمّی۔

”پس تم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لاؤ جو شان اُمّیت کا حامل نبی ہے“

آیات مذکورہ سے واضح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُمّی نبی ہیں اس لیے انہوں نے سوائے اپنے رب کے کسی سے کچھ پڑھا اور نہ کچھ سیکھا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم عطائی ہے اکتسابی نہیں اور یہ علم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطاء کرنے والا ان کا پروردگار ہے۔

اُمّی کہنے کی حکمتیں:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اُمّیت بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ قرار پاتی ہے اللہ رب العزت نے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُمّی کہا تو یقیناً اس میں ہزار ہا حکمتیں پوشیدہ ہوں گی کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہی ہر حکمت اور دانش کا سرچشمہ ہے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُمّی کہنا بھی خالی از حکمت نہیں ہوسکتا۔

پہلی حکمت:

بعثت کے وقت تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی کتاب کو پڑھنا جانتے تھے اور نہ اپنے دست اقدس سے لکھنا سیکھا تھا۔ اس وصف سے باری تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس کو کیوں مزین کیا؟ اس کا جواب قرآن پاک یوں دیتا ہے۔

وما کنت تتلوا من قبلہ من کتاب ولا تخطہ بیمینك اذا لارتاب المبطلون۔ (سورۃ العنکبوت)

اور آخر ان لوگوں کے شبہ میں پڑنے کی وجہ ہی کیا ہے) آپ نہ تو اس (قرآن کے اترنے) سے قبل کوئی کتاب (ہی) پڑھتے تھے اور نہ اسے اپنے ہاتھ سے لکھ ہی سکتے تھے (کیونکہ) اگر ایسا ہوتا تو اہل باطل شبہ میں پڑ جاتے۔“

گویا معلم اعظم حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُمّی قرار دینے کی پہلی حکمت یہ تھی کہ اگر آپ نے کسی استاد سے کچھ پڑھا ہوتا کسی مکتب میں باقاعدہ تعلیم حاصل کی ہوتی، لکھنا سیکھا ہوتا اور اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منصب رسالت پر جلوہ افروز کیا جاتا اور آپ احکام الٰہی بیان کرتے تو شک کرنے والے حاسدین اور معاندین یہ تہمت عائد کرتے کہ یہ احکام منجانب اللہ نہیں، یہ وحی الٰہی نہیں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ بات فلاں کتاب سے پڑھ کر اور فلاں استاد سے سن کر بیان کررہے ہیں۔ یوں انہیں شان نبوت میں تنقیص کا موقع مل جاتا اور وہ تحریک اسلامی اور اس کے عظیم قائد کے خلاف اپنا پروپیگینڈہ تیز کردیتے نبوت کی صداقت اور حقانیت پر مسلمانوں کے اعتماد کو متزلزل کرنے کی کوشش کی جاتی۔ اللہ رب العزت نے منصب نبوت کو اس تہمت سے بچانے کیلئے اور تمام کسی علوم سے اکتساب کے امکان کو رد کرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُمّی نصب عطاء کیا۔

دوسری حکمت:

اکتسابی اور وہبی علم میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ اکتسابی علم کو دہرانے سے الفاظ ادھر ادھر ہوجاتے ہیں حتیٰ کہ بعض اوقات مفہوم میں ہی تھوڑا بہت فرق آجاتا ہے۔ لیکن وہبی علم میں ایسا ممکن نہیں ہوتا۔ بار بار دہرانے سے بھی کوئی لفظ ادھر ادھر نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ آیات قرآنی میں کسی لفظی تبدیلی کا امکان ہی نہیں۔ پوری دنیا کے حفاظ جن کی زبانیں مختلف، ثقافتیں الگ رہن سہن کے طریقے جدا لیکن جب وہ قرآن پڑھتے ہیں تو اس میں زیر

زبر کا بھی فرق نہیں ہوتا۔ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قرآن بذریعہ وحی نازل ہوا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی حیات مبارکہ میں سالہا سال سینکڑوں باران آیات کو دہرایا لیکن ایک لفظ تو کجا ایک حرف بھی کبھی تبدیل نہ ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی ان آیات مقدسہ کو حفاظ کی طرح از بر نہیں کیا بلکہ یہ آیات اپنی صحت لفظی کے ساتھ خود بخود زبان اقدس پر جاری ہو جاتیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس دائمی معجزے کا فیض قیامت تک جاری رہے گا۔ اس لیے کہ اللہ رب العزت نے آپ کو النبی الامّی کی شان کے ساتھ مبعوث کرکے آپ کے سینۂ اقدس کو اکتسابی علم کی ہر آلائش سے پاک کر دیا تھا۔ قرآن پاک اس حقیقت کو یوں بیان کرتا ہے۔

سنقرئك فلا تنسى (سورہ الاعلی) ''اے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہم آپ کو خود (ایسا) پڑھائیں گے کہ آپ (کبھی) نہ بھولیں گے۔

یعنی اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم آپ کو اُمّی بنا کر پڑھائیں گے۔

تیسری حکمت:

عربی گرائمر کی رو سے لفظ نبی نباء سے مشتق ہے نباء کا معنی ہے غیب کی خبریں جاننا یا غیب کی خبریں دینا ہے۔ اس اعتبار سے نبی اس شخص کو کہتے ہیں جو غیب کی خبریں نہ صرف جانتا ہو بلکہ لوگوں کو ان سے آگاہ بھی کرتا ہو۔

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا۔

ذلك من انباء الغيب نوحيه اليك۔

(اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم آپ کی طرف وحی فرماتے ہیں۔ (سورۃ ال عمران)

جب نبی کی تعریف ہی یہ ہوتی ہے کہ وہ نہ صرف خود غیب کی خبریں رکھتا ہے بلکہ ان خبروں سے دوسروں کو بھی مطلع کرتا ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ نبی کا سارا علم غیبی ہوا۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُمّی نہ ہوتے تو کوئی نہ کوئی شخص آپ کا استاد بھی ہوتا۔ لیکن یہ صورت حال اللہ رب العزت کو گوارہ نہ ہوئی کہ ہو تو ہمارا محبوب اور اس کا معلم کوئی عام شخص ہو۔ یہ چیز شان نبوت کے بھی منافی ہوتی چنانچہ باری تعالیٰ نے اکتسابی علم کے سارے دروازے بند کر دیئے کہ محبوب! ہم اپنی وحی کے ذریعے پڑھاتے بھی ہیں اور سکھاتے بھی ہیں اور پھر تو سارے انسانوں اور ساری زبانوں کا معلم قرار پائے گا تو شہر علم ہوگا اور ساری دنیا تیرے در سے حصول علم کی خیرات کی تمنائی ہوگی۔

ارشاد گرامی ہے:

انما انا قاسم و الله يعطى۔ (صحیح بخاری)

اللہ تعالیٰ کی ساری نعمتوں کا بانٹنے والا میں ہی ہوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُمّی اس لیے بھی بنایا گیا کہ کوئی شخص حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معلم ہونے کا دعویٰ نہ کر سکے۔

اُمّی ہونا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک عظیم معجزہ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھرپور مجلسی، ثقافتی، عائلی اور سماجی زندگی بسر کی۔ بکریوں کو چرانے سے لے کر تجارت کے لیے شام تک کا سفر کیا کفار اور مشرکین کے ساتھ معاہدات کیے غزوات میں شرکت کی، ثالث بن کر لوگوں کے جھگڑے ختم کرائے تبلیغ دین کا فریضہ سرانجام دیا لیکن دنیاوی علوم کے حصول کی کبھی دل میں خواہش پیدا نہ ہوئی۔ کسی کے در پر حصول علم کے لیے دستک دینا یوں ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اقدس کے منافی ہوتا۔ اکتسابی علوم کے حصول کی کبھی آپ نے ضرورت ہی محسوس نہ کی۔

اس کا سبب فقط یہ تھا کہ آپ کو بتا دیا گیا تھا کہ محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علم کے سارے خزانے تیرے قدموں کی خیرات ہیں۔ چنانچہ وقت آنے پر یہ سارے خزانے آپ پر کھلتے گئے اور سارے علوم غیب آپ پر منکشف ہوتے گئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اُمّی ہونا کوئی اتفاقی بات نہ تھی بلکہ اُمّی ہونا آپ کا ایک عظیم معجزہ ہے۔ یعنی دنیا میں آپ نے کسی کے سامنے زانوئے تلمذ طے نہیں کیا پھر ایسی کتاب بھی لائے جس میں اولین وآخرین کے علوم و غیوب ہیں۔ مختصر یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کا سرچشمہ وحی الٰہی تھا اور اللہ تعالیٰ ارض وسماوات کا نور ہے جس کے علم کی کوئی حد ہی نہیں۔

انوکھی سزا

پاکستان کے سب سے بڑے شہر کراچی میں ایک ملزم محمد یوسف کو غیر قانونی طور پر اسلحہ رکھنے کے جرم میں جج نے بطور سزا تین برس تک باجماعت نماز ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔ محمد یوسف کو 2014 میں گرفتار کیا گیا تھا۔ گرفتاری کے وقت ان سے غیر قانونی طور پر رکھا گیا اسلحہ برآمد ہوا تھا۔ کراچی کی مقامی عدالت میں غیر قانونی اسلحہ رکھنے کے حوالے سے ہونے والی سماعت کے دوران ملزم محمد یوسف نے اپنا جرم قبول کیا۔ اقبال جرم کے بعد سیشن کورٹ کے جج حلیم احمد نے سزا سنائی جس کے مطابق محمد یوسف کو تین سال تک اپنے محلے کی مسجد میں باجماعت نماز پڑھنے کا حکم دیا۔ عدالتی حکم کے مطابق نماز کی بروقت ادائیگی کی نگرانی امام مسجد کریں گے جبکہ ایک عدالتی اہلکار کا کام امام مسجد سے مجرم کی روزانہ رپورٹ طلب کرنا ہوگا۔ حکم میں مزید کہا گیا کہ مجرم کو تین سال تک باقاعدگی کے ساتھ نماز ادا کرنی ہوگی۔ حکم کی نافرمانی کی صورت میں مجرم کو سات سال قید اور پچاس ہزار روپے جرمانہ دینا پڑے گا۔ یہ اس سال دی جانے والی انوکھی سزاؤں میں سے ایک ہے۔ اس سے پہلے بھی 2015 کے ایک کیس میں سزا سناتے ہوئے جج حلیم احمد نے قاسم نامی شخص کو ٹریفک قوانین کی خلاف ورزی کرنے پر میٹروپول ہوٹل کے سامنے شاہراہ پر پلے کارڈ پکڑ کر لوگوں کو سبق دینے کا حکم دیا تھا۔ قاسم بھی کراچی کے رہائشی ہیں اور ڈیوٹی پر مامور ٹریفک پولیس اہلکار کو ٹکر مارنے کے الزام میں پکڑے گئے تھے۔ اقبال جرم کرنے پر انھیں یہ منفرد سزا سنائی گئی تھی۔

کیا پاکستان کو لوٹنے والوں اور ختم نبوت پر ڈاکہ ڈالنے والوں کو بھی کوئی انوکھی سزا دی جاسکتی ہے؟



عشق حبیب ﷺ کا ایک واقعہ

حضرت انس بن مالک ؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کے زمانہ میں ایک یہودی عالم دین تھا اس کا نام تھا جلیب اس کا ایک لڑکا ہبہاب نامی حسن وجمال میں یکتا تھا، بڑا خلیق اور کمال سیرت۔ اتفاقاً اس نے اپنے والد کے خزانے میں ایک ڈبیہ دیکھی جو سرخ موتیوں سے بنی ہوئی تھی اور اس پر مشک کی ایک مہر لگی ہوئی تھی تا کہ کوئی شخص سے کھول سکے نہ اندر سے دیکھ سکے۔ لڑکے نے اس ڈبیہ کو دیکھا تو بڑا غضبناک اور خشمگیں ہو کر باہر نکلا۔ باپ نے وجہ پوچھی تو کہنے لگا ایک عرصہ ہو گیا ہے آپ نے کوئی چیز مجھ سے پوشیدہ نہیں رکھی مگر یہ ڈبیہ ہمیشہ بند رکھی ہے حالانکہ میرے ساتھ آپ کی شفقت ومحبت بہت زیادہ ہے باپ نے بتایا اس میں جواہرات ہیں نہ خزانہ، اسمیں چند اوراق ہیں جن پر ایک عربی کا نام لکھا ہوا ہے جب تم علماء کی مجالس میں بیٹھ کر فاضل ہو جاؤ گے اور ہر بات سمجھنے لگو گے تو اس کا مطالعہ بھی کر لینا۔ چونکہ ابھی تم ناپختہ ذہن ہو اس لیے ڈبیہ کا راز دیدہ دانستہ پوشیدہ رکھا گیا تھا۔ ایک دن جلیب بادہ نوشی میں مشغول تھا، ہبہاب یہ موقع غنیمت جانتے ہوئے والد کے خزانہ میں گیا اور اس ڈبیہ کے کھولنے میں مشغول ہو گیا جس کے لیے رازداری سے کام لیا جا رہا تھا مہر توڑ دی گئی، ڈبیہ کا ڈھکنا کھولا ہی تھا کہ نور کی ایک شعاع نمودار ہوئی جس کے سامنے چراغ کی روشنی ماند پڑ گئی۔ ڈبیہ کے اندر سفید ورق دکھائی دیے جن پر لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا تھا۔ اس کلمہ طیبہ کے بعد حضور اکرم ﷺ کے اوصاف حمیدہ لکھے ہوئے تھے کہ آپ کے ابرو پیوستہ ہوں گے۔ داڑھی گھنی ہوگی، جسے بھی اس کا زمانہ میسر ہو اس کی بات سنے اس کا کلام قرآن ہوگا۔ اس کا دین اسلام ہوگا وہ انسانوں کو خدا کی عبادت کی دعوت دے گا۔ مخالفین سے نہیں ڈرے گا۔ ہبہات کی نگاہیں اس کاغذ پر پڑیں تو حضور ﷺ کی محبت اس کے دل میں اتر گئی۔ اس کاغذ کو آنکھوں پر ملا، چوما اور کہنے لگا۔ یا محمد ﷺ کاش میں معلوم کر سکتا کہ آپ خاکی ہیں یا نوری، آسمانوں پر ہیں یا زمین پر، دریاؤں میں رہتے ہیں یا جنگلوں میں۔ اس نے اپنی محرومی اور سوگواری کا اس انداز سے اظہار کیا کہ بے ہوش ہو گیا۔ چند لمحوں بعد اس کی والدہ بھی اس کمرے میں آئی۔ بیٹے کو بیہوش پا کر حیران رہ گئی۔ اس کے باپ کو بلایا۔ بیٹے کو اس حالت میں دیکھ کر اس کے چہرے سے چہرہ ملنے لگا۔ ماتھے کو چومنے لگا۔ رو رو کر اپنے بیٹے کی بیہوشی پر حسرت و غم کا اظہار کرنے لگا۔ جب نوجوان لڑکا ہوش میں آیا والدین کو اپنے سرہانے غمزدہ اور پریشان پایا مگر غصے میں آ کر کہنے لگا۔ اے والد محترم! تم میری آنکھوں کی روشنی نہیں دیکھتے اور بڑھاپے کے باوجود اس رحمت الٰہی سے محفوظ نہیں ہوئے۔ آپ مجھے کفر کی تعلیم دے رہے ہیں اور شریعت محمدیہ ﷺ اور اس کی اتباع سے محروم رکھنے کی کوشش کرتے ہو۔ باپ یہ باتیں سنتے ہی غصے میں پاگل ہو گیا لڑکے کو بالوں سے پکڑا اور زمین پر دے مارا اور زور زور سے مارنے لگا۔ جب اس کا ظلم حد سے بڑھ گیا تو حیی بن اخطب، کعب بن اشرف اور ابولبابہ وغیرہ اس کی سفارشی کے لئے آئے۔ انہوں نے دیکھا کہ باپ بچے کو ایذا دینے میں پاگل ہوا جا رہا ہے انہوں نے اسے زبردستی منع کیا مگر وہ کسی صورت بچے کو سزا دینے سے نہ رکتا تھا لوگوں نے اس سے بچے کا قصور پوچھا تو کہنے لگا۔ اس کا قصور تو سزائے قتل کے لائق ہے جب تک میں اسے قتل نہ کر دوں گا ہاتھ نہ روکوں گا۔ پھر اس نے بتایا یہ دین محمد ﷺ پر ایمان لے آیا ہے، اپنے آباؤ اجداد کا مذہب ترک کر چکا ہے۔ ان لوگوں نے اس بچے کو نصیحت کرنا شروع کی اور کہا بیٹا! تمام لوگ تو ہم سے دین کی تعلیم حاصل کرتے ہیں لوگ ہماری اتباع کرتے ہیں لیکن تم محمد رسول ﷺ کی اتباع میں لگے ہوئے ہو، اسے چھوڑو اور اپنے سابقہ دین پر قائم رہو۔ ہبہاب کہنے لگا میں نے سوچ بچار کرنے کے بعد ان وہمی اور فرسودہ دینوں کو ترک کر دیا ہے۔ اور محمد ﷺ کے صراط مستقیم کو اختیار کر لیا ہے ان پر ایمان لایا ہوں۔ ان لوگوں نے اس نوجوان کو بڑی الٹی سیدھی نصیحتیں کیں مگر وہ اپنے نیک ارادے پر ڈٹا رہا۔ ان یہودی مشائخ نے کہا۔ چونکہ یہ لڑکا ناز ونعم کا پلا ہوا ہے زندگی کے مصائب اور تکالیف کا احساس نہیں رکھتا، اسے اپنے حال پر چھوڑ دینا چاہیے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ نصیحت کی طرف توجہ نہیں دیتا۔ اب ضروری ہے کہ اسے آسان زندگی سے ہٹا کر محنت ومشقت کی زندگی کا خوگر بنا دیا جائے تا کہ ان سختیوں سے تنگ آ کر دین محمدی سے توبہ کر لے اور پھر اسی راحت وآرام کی زندگی کو حاصل کرنے کے لیے دین سابقہ پر واپس آ جائے۔ جلیبب نے کہا، تمہارے نزدیک اس تکلیف اور ریاضت کا کون سا طریقہ اختیار کرنا چاہیے۔ کہنے لگے یہ نرم ونازک کپڑے اتار کر ٹاٹ پہنا دو، ایک تہہ خانہ میں محبوس کر دو، دروازے کو بند کر دو۔ تین دن کے بعد ایک جَو کی روٹی اور پانی کا کوزہ دیا جائے تا کہ ناز ونعمت یاد آئے تو فریاد کرے کہ مجھے اس مصیبت سے

نجات دلائی جائے۔ جلبیب نے ان لوگوں کی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے اس مظلوم کو ایک کمرے میں بند کر دیا چونکہ اسے سوکھی روٹی اور پانی کی عادت نہ تھی سخت تنگ ہوا اور اسی سختی سے روتا رہتا ایک دن باپ نے دیکھا تو کہا، کیا تم اپنے دین پر قائم ہو یا نہیں؟ اور دین محمدی سے باز آئے ہو یا نہیں بیٹے نے کہا، باپ! میرا رونا طعام کی کمی اور پانی کی بے لطفی کی وجہ سے نہیں بلکہ مجھے تو دیدار مصطفی کا اشتیاق ہے باپ نے پھر کہا جب تک دین مصطفی ﷺ سے توبہ نہ کرو گے تمہیں اس عذاب سے نجات نہیں ملے گی۔ لڑکے نے کہا! **هيهات هيهات قد رسخ حب محمد ﷺ في قلبي فلا استطيع ان اتبراء منه**۔ خدا کی قسم محمد رسول ﷺ کی محبت جس طرح میرے دل میں جاگزیں ہے اس سے توبہ نہیں کی جا سکتی۔ التجا کی: **اللهم بحقاك على محمد وحق محمد عليك طيب لي طعامي واعذب لي شرابي ووضئي لي ظلمتي**۔ اے اللہ! تو عبادت کے لائق ہے۔ حضرت محمد ﷺ کی طفیل میرے طعام کو خوشگوار، پانی کو شیریں اور سیاہیوں کو نورانی بنادے۔ اللہ تعالی نے اس کی التجا کو قبول فرمالیا۔ وہ ایک عرصہ تک قید و بند میں صعوبتیں جھیلتا رہا۔ حضور ﷺ نے مکہ سے مدینہ کو ہجرت کی، یہ خبر شہر میں عام ہوگئی کہ نبی آخر الزمان تشریف لے آئے ہیں۔ جلبیب نے اپنے غلاموں اور خادموں کو بلایا اور کہا۔ اگر تم لوگ میری مرضی کے مطابق ایک کام کرلو تو میں تمہیں آزادی دے دوں گا۔ سب نے وعدہ کیا وہ کہنے لگا ہمہاب میرا لڑکا ہے اس کو تہہ خانے سے نکال کر دور کسی جنگل میں لے جاؤ، وہاں سخت مشقت کراؤ، اس کے گلے میں رسی ڈال کر کھینچو۔ چنانچہ اس کو باندھ کر غلاموں کے حوالے کر دیا گیا۔ وہ اس سے چوپانی کرواتے، بکریاں چرواتے، ان کی حفاظت کرواتے، تپتے ہوئے صحراؤں میں اسے گھسیٹتے پھرتے اور سخت کاموں میں لگائے رکھتے۔

کہتے ہیں ایک رات سخت اندھیری تھی، بادل چھائے ہوئے تھے، بجلی چمک رہی تھی بادل گرج رہے تھے، نوجوان کے دل میں اشتیاق دیدار محمدی موجزن ہوا۔ اور اس کے سینے میں آتش عشق بھڑک اٹھی۔ دیدار مصطفی ﷺ کی آرزو سے اس کا سینہ منور ہو گیا بارگاہ الٰہی میں سرنیاز خم کرتے ہوئے کہنے لگا۔ **اللهم انت انزلت المطر من المساء لتحيى به الارض وتسقى به العباد من خلقك اللهم انه قد اشتد شوقى الى محمد وطال حزنى اللهم فارحمنى ومن على بالنظر على وجهه ﷺ**۔ اے میرے اللہ! تو آسمانوں سے بارش برساتا ہے، اور اس سے زمین کو زندہ کرتا ہے، اپنے بندوں کو سیراب کرتا ہے۔ اے اللہ! میرا شوق محبت دیدار مصطفی ﷺ میں بیحد وحساب ہو گیا ہے، میں نے بڑی تکلیفیں اٹھائی ہیں، اے اللہ! اب مجھ پر رحمت فرما اور میری جان پر احسان فرما میری آنکھوں کو دیدار رسول ﷺ سے منور فرما۔ کہتے ہیں جونہی یہ دعا زبان پر آئی اس کی گردن سے وہ رسی ٹوٹ کر گر پڑی، اس کے پاؤں سے زنجیریں ٹوٹ گئیں۔ اور مدینہ پاک کی طرف چل پڑا۔ کہتے ہیں اس مقام سے مدینہ پاک اسی میل کے فاصلے پر تھا، اللہ تعالی نے اس عاشق رسول ﷺ کے لیے اس زمین کو سمیٹ دیا اور فاصلہ بہت کم ہو گیا، صبح ہوتے ہی وہ ہمہاب مدینہ پاک میں عمار بن واثلہ انصاریؓ کے گھر کے دروازہ پر پہنچ گیا اور تھکا ماندہ سر جھکائے بیٹھا تھا، حضرت عمارؓ نے اس سے حال دل پوچھا تو سب کہہ ڈالا۔

حضرت عمارؓ نے کہا۔ اے نوجوان! تجھے دیدار محمد ﷺ کی قسم ہے مجھے سارا واقعہ سناؤ تاکہ میں تمہاری مدد کر سکوں اور تمہارے کام آ سکوں۔ اس نوجوان نے حضرت عمار کی زبان سے نام محمد سنا تو زار زار رونے لگا اور کہنے لگا۔ کیا آپ نے اپنی آنکھوں سے حضور ﷺ کا دیدار کیا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ ہاں۔ ہمہاب اٹھا اور حضرت عمارؓ کے چہرے سے اپنا منہ ملنے لگا اور ان آنکھوں کو چومنے لگا جنہوں نے دیدار رسول ﷺ کیا ہوا تھا۔ کہنے لگا، ان آنکھوں پر میری جان قربان ہو جنہوں نے حضور ﷺ کی زیارت کی ہے۔ میرا سر ان قدموں پر نثار جو راہ مصطفی ﷺ پر چلے ہیں۔

حضرت عمار کو اس نوجوان سے عشق مصطفی جھلکتا دکھائی دیا تو اس کے سر پر دست شفقت رکھا اور اس کی گردن میں باہیں ڈال کر بڑا پیار کیا اور ہمہاب کو حضور ﷺ کی بارگاہ میں پہنچا دیا۔ جونہی طالب مطلوب کی بارگاہ میں پہنچا اور جمال مصطفی ﷺ سے محظوظ ہوا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام بارگاہ خداوندی سے پیغام لائے اور کہا۔ اے محمد! اللہ تعالی نے آپ کو سلام کہا ہے اور ہمہاب کو دوست بنانے کا حکم دیا ہے کیونکہ یہ آپ سے محبت کرتا ہے آپ کی امت کے عاشقوں میں سے اتنا بڑا محبت کرنے والا دوسرا کوئی نہیں ہے، اس نے آپ ﷺ کے عشق و محبت میں بڑے دکھ اٹھائے ہیں اور راہ عشق میں محنت و مصیبت اٹھاتے وقت صبر ایوب سے کام لیا ہے۔ اہل دل نے **احب هبها بافان هيحبك** کے جملہ کے متعلق بڑے لطیف نکتے بیان کیے ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ عاشق کی محبت محبوب کی محبت کا سبب ہوتی ہے بلکہ محب کی محبت تو محبوب کی علامت ہوا کرتی ہے جب تک محبوب کی طرف سے محبت کا اشارہ نہ ہو، محب اپنی محبت کی منزلیں طے نہیں کر سکتا۔

سبیلِ ہدایت کی پالیسی

عوام الناس خصوصاً نوجوانوں میں قرآن وسنّت کی تعلیمات کا فروغ اور محبتِ رسول ﷺ کی شمع روشن کرنا اور مسلمانوں اور اسلام کے خلاف یہود و نصاریٰ اور ہنود کی خفیہ اور درپردہ سازشوں کو بے نقاب کرنا ہے۔ اگر آپ ہمارے پروگرام سے متفق ہیں تو ہمارا ساتھ دیجئے اگر نہیں تو کوئی اور راہ دکھائیے۔



روضۃ الاحباب میں حضرت سعد بن وقاص سے منقول ہے کہ حضرت صفیہ بنت عیس خادمہ تھیں حضرت امیر المومنین امام الاشجعین عمر ابن خطابؓ کی۔ مدینہ میں اوائل اسلام میں مسلمان ہوئیں۔ نہایت صابر اور مستقل مزاج تھیں۔ اپنا واقعہ خود بیان کرتی ہیں کہ میں ایک روز حضور سرکار دوعالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور سلام کیا اس کے بعد میں نے کہا۔ یارسول اللہ آج ایک تعجب کی بات میں نے دیکھی ہے حضور ﷺ نے فرمایا وہ کیا ہے میں نے کہا کہ میں صبح لکڑیاں لینے گئی تھی جب میں نے بوجھ باندھ لیا تو میں نے اندازہ کیا کہ میں اسے اٹھالوں گی۔ لیکن بوجھ زیادہ تھا۔ سوچنے لگی کیا کروں؟ اتنے میں میں نے ایک سوار دیکھا کہ آسمان سے زمین پر آیا اور مجھے سلام کیا۔ اس نے یہ محسوس کیا کہ میں وہ لکڑیاں نہیں اٹھا سکتی۔ اس نے کہا۔ یا صفیہ وہ لکڑیاں پتھر نہ چھوڑوا اور اس نے پتھر سے کہا کہ اے حجر یہ لکڑیاں عمرؓ کے گھر تک لے جا۔ پتھر معہ لکڑیوں کے روانہ ہوا۔ اور اس نے وہ لکڑیاں حضرت عمرؓ کے گھر تک پہنچادیں۔ اس کے بعد وہ سوار غائب ہوگیا سرکار دوعالم ﷺ اٹھے اور صفیہ کے ساتھ عمرؓ کے گھر کی طرف آئے۔ پتھر کے آنے کا اثر دیکھا اور فرمایا۔ الحمدللہ حق تبارک و تعالی نے میری امت میں سے ایک عورت کو مریم کے درجہ پر پہنچایا۔

حضرت شیخ امسام الدین تبریزی بیان فرماتے ہیں کہ جیلان کا ایک باشندہ قاسم بن محمود طالب معرفت تھا۔ اور قرآن شریف حفظ کرنا چاہتا تھا لیکن دماغ کی کمزوری کی وجہ سے وہ اس مقصد میں کامیاب نہ ہوسکا۔ ایک روز وہ خدمت میں حضرت غوث الثقلینؓ کے حاضر ہوا۔ حضرت نے کھجور منگا کر چبائی اور اس کو اس کے منہ میں ڈال دیا۔ پھر برکت کی دعا دی۔ اس کھجور کو کھاتے ہی قاسم بن محمود کے دل میں نور باطن چمکنے لگا اور اس نے چند روز میں قرآن شریف حفظ یاد کرلیا۔

روضۃ الشہدا میں حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے روایت ہے کہ امیر المومنین امام المسلمین حضرت علی مرتضی کرم اللہ تعالے وجہہ جس دن شہید ہوئے میں اس دن کوفہ میں موجود تھا۔ ۱۹ رمضان کو حضرت امیرؓ مسجد میں تشریف لائے۔ اور نماز میں مشغول ہوگئے جب اول سجدہ بجالائے ظالم ابن ملجم نے قاتلانہ حملہ کیا۔ پہلی تلوار مسجد کے طاق پر لگی اور سراٹوٹ گیا۔ جونہی حضرت نے سر سجدہ سے اٹھایا ابن ملجہ نے دوسرا وار کیا۔ حضرت شدید طور پر زخمی ہوگئے۔ لوگوں نے ابن ملجہ کو گرفتار کرلیا حضرت امیرؓ کی نظر اس پر پڑی۔ فرمایا شاید میں برا امیر تھا۔ اس نے کہا معاذ اللہ یا امیر المومنین حضرت امیر نے فرمایا اسے قید میں لے جاؤ لیکن جب تک میں زندہ ہوں کھانے پینے کے سلسلہ میں اسکو تکلیف نہ ہو۔ حضرت امیر اپنے دست مبارک سے اپنے سر کا خون پونچھتے جاتے۔ اور فرماتے تھے میں اسی حالت میں سرکار دوعالم ﷺ کے سامنے جاؤں گا اور اسی حالت میں فاطمہ زہراؓ سے ملوں گا۔ پھر فرمایا اے رب تو علیم وبصیر ہے کہ جس دن سے میں نے اول جوانی میں سرکار دوعالم کے ساتھ ادا کی اس دن سے آج تک سیر کرے مجھے خواب غفلت میں ہوتا ہوا نہیں پایا۔ اے رب! میں جس دن سے تیرے حبیب کے ہاتھ پر ایمان لایا جو کچھ تو نے فرمایا۔ بجالایا۔ اور جس بات سے منع کیا اس سے پرہیز کیا۔ حضرت امام حسنؑ اور حضرت حسینؑ اشکبار تھے حضرت امیر نے انکو قریب بلایا۔ سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا صبر کرو میں تمہاری ماں فاطمہ زہراؓ کے پاس جاتا ہوں۔ اسی شب کو میں نے سرکار دوعالم ﷺ کو خواب میں دیکھا ہے سرکار اپنی آستین سے میرے چہرے کا غبار صاف فرمارہے تھے کچھ دیر کے بعد عمر بن طاہر جراح حاضر ہوا۔ اس نے زخم کا معائنہ کرنے کے بعد کہا کہ جس تلوار سے حملہ کیا گیا تھا وہ زہر میں بجھی ہوئی تھی۔ لہذا زخم مرہم پذیر نہیں ہے۔ ۲۱ رمضان کو حضرت امیر نے جام شہادت نوش کیا جس حجرے میں حضرت امیرؓ کا وصال ہوا تھا وہ دل آویز خوشبوؤں سے مہک رہا تھا۔ مسلسل لا الہ الا اللہ کی صدائیں آرہی تھیں۔ حالانکہ امیر جوار رحمت میں پہنچ گئے تھے۔ ناگاہ ایک آواز آئی کوئی کہتا ہے سب باہر جاؤ۔ اس آفتاب معرفت کو تنہا چھوڑ دو۔ اس آواز کو سنکر سب لوگ حجرے سے باہر چلے گئے۔ حجرے کا دروازہ خود بہ خود بند ہوگیا۔ کچھ دیر کے بعد آواز آئی۔ نماز جنازہ کی تیاری کرو۔ اس کے بعد حجرے کا دروازہ خود بخود کھل گیا۔ سیدنا امام حسنؑ اور امام حسینؑ اور دیگر خدام حجرے میں حاضر ہوئے حضرت امیرؑ کو شاندار اور خوبصورت کفن میں لپٹا ہوا دیکھا۔ باقاعدہ نماز پڑھی گئی اسی حجرے میں ایک نورانی تختی پائی گئی۔ جس پر بخط کوفی لکھا ہوا تھا۔ اس آفتاب معرفت کو نجف میں دفن کرو۔ وہاں ایک سفید پتھر ملے گا جو نور سے چمک رہا ہوگا۔ اس پتھر کو ہٹاؤ وہاں کشادگی پاؤ گے۔ وہاں اس باب علم کو دفن کرو۔ ہاتف غیبی کی اس ہدایت پر عمل کیا گیا حضرت امیرؑ کا جنازہ لیکر نجف پہنچے وہاں ایک سفید پتھر نظر آیا جس سے نور چمک رہا تھا۔ اسے ہٹایا گیا اور وہاں کشادگی پائی گئی۔ یہ ایک

نورانی قبر تھی جو خوشبوؤں سے مہک رہی تھی۔جسم اقدس کو دفن کیا گیا کوئی دلکش آواز میں یہ آیت کریمہ پڑھ رہا تھا **لا یستوی اصحاب النار واصحاب الجنۃ اصحاب الجنۃ ھم الفائزون۔** (نہیں ہیں برابر دوزخ والے اور جنت والے جنت والے ہی ہیں مراد پائے۔اسے لیکن پڑھنے والا کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔

حضرت شیخ ابوالفتح برہان الدین لکھتے ہیں کہ بہت کم اصحاب اس حقیقت سے واقف ہیں کہ حضرت امام ابوحنیفہ نعمانؓ بن ثابت جس طرح ظاہری علوم ومعارف کے آفتاب تھے ایسی طرح باطنی علوم سے بھی واقفیت تامہ رکھتے تھے۔تذکرۃ السالکین میں لکھا ہے کہ حضرت ابوحنیفہؓ قرآن وحدیث کے زبردست ماہر تھے۔رموز شریعت تک انکی عقل سلیم کی رسائی تھی۔حضرت امامؓ نے قرآن وحدیث کا خوب مطالعہ کر کے مسلمانوں کی آسانی کے لئے تمام مسائل شرعیہ کو نہایت تفصیل اور وضاحت سے بیان کیا۔اور شریعت کے تمام اسرار ومعارف کو قلم بند کیا۔آپ نے ہزاروں علماء کو دین کی نعمتوں سے مالا مال کیا۔ان کا حلقہ درس نہایت وسیع تھا۔اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ جیسے مجتہدین ان کے شاگرد تھے درس وتدریس سے فارغ ہو کر حضرت امام صاحب زیادہ تر ریاضت و مجاہدے میں مشغول رہتے تھے۔اور امور معرفت میں بھی درجہ رفیع رکھتے تھے۔حضرت امام جعفر صادقؒ اور حضرت خواجہ فضیل بن عیاضؒ اور حضرت ابراہیم ادہمؒ اور حضرت بشر سانیؒ اور حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ تعالی علیہم سے گہری عقیدت اور محبت رکھتے تھے۔آپ کی روحانی عظمت کی یہ کیفیت تھی کہ آپ جب سرکار دو عالم ﷺ کے روضہ اقدس پر حاضر ہوئے اور کہا۔السلام علیک یا سید المرسلین۔روضہ اقدس سے جواب آیا۔علیک السلام یا امام المسلمین۔حضرت ابوحنیفہ پر عالم وجد وکیف طاری ہو گیا۔بہت دیر تک مقدس جالیوں سے اپنا چہرہ مبارک ملتے رہے۔اور درود شریف پڑھتے رہے۔اسی شب کو زیارت کا شرف حاصل ہوا۔سرکار ﷺ نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا۔اور برکت کی دعا دی۔

ایک دفعہ عیالدار شخص شام کی نماز پڑھ کر جب گھر کو جانے لگا تو اس کا دل بہت رنجیدہ تھا۔کیونکہ تمام دن اسے کچھ نہیں ملا تھا۔اور وہ حیران تھا کہ بال بچوں سے کیا کہوں گا۔اس نے حضرت ابراہیم بن ادہمؒ کو نہایت اطمینان اور فارغ دلی کے ساتھ بیٹھا ہوا دیکھا۔اس نے کہا کیوں ابراہیمؒ تم تو ایسے مطمئن بیٹھے ہو اور میں اس قدر پریشان و مضطرب ہوں حضرت نے فرمایا کہ میں نے تمام عمر میں جس قدر عبادت اور خیرات کی ہے وہ سب تم کو دیتا ہوں اس کے معاوضہ میں تم اس اندوہ وغم کا ایک حصہ مجھے دے دو۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ شب کو عبادت میں مشغول تھے۔لیکن سچا ذوق پیدا نہیں ہوتا تھا۔آپ نے پریشان ہو کر خادم سے فرمایا کہ دیکھو گھر میں کیا چیز ہے؟اس نے دیکھ بھال کر انگور کا ایک خوشہ پیش کیا۔آپ نے فرمایا کہ یہ کسی کو دیدو کیونکہ ہمارا گھر میوہ فروش کی دوکان نہیں ہے۔اسکے بعد آپکو اطمینان قلب نصیب ہوا اور آپ عبادت الہی میں مشغول ہوئے۔حضرت سلیمان دارانیؒ کے سامنے جب گناہ کا ذکر آتا تو آپ زار زار روتے اور فرماتے کہ خدا کی قسم میں طاعت میں اتنی آفتیں دیکھتا ہوں کہ معصیت کی حاجت نہیں۔آپ لوگوں کو نصیحت کرتے کہ آنکھ کو رونے کی اور دل کو غور وفکر کی عادت ڈالنی چاہیے۔انسان کو رونے کے لئے اپنی برباد شدہ عمر کا تصور ہی کچھ کم نہیں ہے۔

ایک دن سادات نیشاپور احمد حربؒ کی ملاقات کو گئے۔آپ کے فرزند ایک رند مشرب نوجوان تھے۔وہ ہاتھ میں رباب لئے ہوئے گزر رہے تھے۔کہ سادات نے ان کو دیکھا انہوں نے سادات کی طرف کچھ التفات نہ کیا۔اس بے التفاتی سے سادات کو بہت رنج پہنچا۔حضرت نے فرمایا کہ آپ لوگ رنجیدہ نہ ہوں جس دن اس بچہ کا حمل قرار پایا اس دن ہم میاں بیوی نے جو غذا کھائی تھی وہ پاک وحلال نہ تھی اور تحقیق کرنے سے معلوم ہوا کہ وہ کھانا سلطان وقت کے مطبخ سے آیا تھا۔ایک روز حضرت معروف کرخیؒ قیمتی کھانا کھا رہے تھے کسی نے عرض کیا کہ آپ کیا کر رہے ہیں فرمایا کہ میں مہمان ہوں مجھ کو جو کچھ دیا جاتا ہے وہ کھانا کھاتا ہوں۔

حضرت سری سقطیؒ کو جب کوئی سلام کرتا تو آپ کے چہرے پر بے لطفی کے آثار نمایاں ہوتے۔لوگوں نے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے آپ نے فرمایا کہ جب دو شخص باہم سلام کرتے ہیں تو اللہ تعالی کی طرف سے سو رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ان میں سے نوے رحمتیں اس شخص کو ملتی ہیں جس کا چہرہ شگفتہ ہوتا ہے پس میں اس وقت ترش رو ہو جاتا ہوں تا کہ میرے مخاطب کو مجھ سے زیادہ اجر ملے۔

ایک دفعہ حضرت فتح موصلیؒ کے پاس ایک شخص پچاس درہم لایا آپ نے فرمایا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر کسی شخص کو بے طلب کچھ دیا جائے اور وہ اسے رد کرے تو گویا وہ خدا کے عطیہ کو رد کر رہا ہے۔یہ کہہ کر آپ نے ایک درم لے لیا اور باقی واپس کر دیئے۔حضرت یحیی معاذ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ ایک دوست کو ایک خط لکھا کہ یہ دنیا خواب ہے اور آخرت بیداری ہے۔اگر خواب میں کوئی غم کی بات دیکھتے ہیں تو بیداری میں اس خیال سے ہنستے ہیں کہ تعبیر برعکس ہوتی ہے پس تم کو چاہیے کہ دنیا میں گریہ وزاری کرو تا کہ آخرت میں ہنسی اور خوشی نصیب ہو۔حضرت ابو حفصؒ کی صحبت میں ایک مرید تھا جب حضرت نے بغداد میں حضرت جنیدؒ سے ملاقات کی تو حضرت جنیدؒ نے فرمایا کہ یہ مرید بہت مودب اور شائستہ ہے۔حضرت ابوجعفرؒ نے فرمایا کہ اس نے میرے لئے ۱۷ ہزار دینار اپنی ذات سے خرچ کر کے اور ۱۷ ہزار دنیار قرض لے کر میرے لئے اٹھائے۔لیکن آج تک ایک حرف بھی اپنی زبان سے نہیں کہا۔ حضرت ممدون قصارؒ سے اکابر وعلماء نے عرض کیا کہ آپ وعظ فرمایا کریں۔یہ سنکر ارشاد کیا

کہ میرا دل دنیا اور جاہ دنیا میں اسیر ہے میری باتیں لوگوں کے لئے مفید و موثر ثابت نہ ہوں گی اور ایسی حالت میں کچھ کہنا گویا علم کا مذاق اڑانا ہے۔اصحاب صفہ رضی اللہ عنہم جب سوتے تو زمین پر اپنے نیچے کچھ نہیں بچھاتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم خاک ہی سے پیدا ہوئے اور خاک ہی میں جانا ہے۔ حضرت سفیان ثوریؒ نے ایک دن شب کو کھانا پیٹ بھر تناول کیا۔اس کے بعد فرمایا کہ جب گدھے کو دانہ گھاس زیادہ دی جاتی ہے تو اس سے کام بھی زیادہ لیا جاتا ہے یہ کہہ کر عبادت الٰہی میں مشغول ہو گئے۔اور تمام رات جاگتے رہے۔ ابوالجویریہؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت امام ابوحنیفہؒ کی خدمت میں چھ ماہ حاضر رہا۔آپ کا دستور تھا کہ نصف شب عبادت کرتے تھے۔لیکن ایک دفعہ کچھ لوگوں نے آپ کے متعلق مشہور کیا کہ یہ شخص تمام رات عبادت میں بسر کرتا ہے حضرت نے یہ سنا تو اس خیال سے کہ لوگ وہ صفت آپ کے متعلق بیان کرتے ہیں جو آپ کے اندر نہیں ہے تمام رات عبادت کرنے لگے۔حضرت ابو محمد مرتعشؒ سے کسی نے کہا کہ فلاں شخص پانی پر چلتا ہے اور ہوا پر اڑتا ہے حضرت نے فرمایا کہ خواہش نفسانی کو روکنا اس سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔ حضرت ابوالحسن خرقانیؒ کے پاس ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ مجھے خرقہ عنایت کیجئے۔آپ نے فرمایا کہ پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ اگر کوئی مرد کسی عورت کی اوڑھنی اوڑھے تو وہ عورت بن جائے گا یا نہیں؟ اس شخص نے کہا کہ نہیں وہ مرد ہی رہے گا پھر آپ نے فرمایا کہ اچھا اگر کوئی عورت مرد کی چادر اوڑھ لے تو کیا وہ مرد بن جائے گی؟ اس نے عرض کیا کہ نہیں آپ نے فرمایا کہ تم خرقہ کی خواہش نہ کرو جب تم اس میدان کے مرد نہیں ہو تو خرقہ پہن لینے سے مرد نہیں بن سکتے۔



خالق کائنات نے اس بزم ہستی میں آپ ﷺ کو ایسا شاہکار بنا کر بھیجا جس کی نظیر کا کوئی تصور حیطہ خیال میں آ سکتا ہے نہ عالم امکان میں آپ جیسا محبوب کوئی ہو سکتا ہے۔

مصطفٰی را ورق ورق دیدم
ہیچ سورت نہ مثل صورت اوست

حضور ﷺ کا دل آویز پیکر حسن و جمال اور مرقع زیب و رعنائی ہر دور میں اہل ایمان کی توجہ اور والہانہ عقیدت و محبت کا مرکز و محور رہے ہیں لیکن اسکے ساتھ وہ اس بات کا ادارک حاصل کرنے کے ہی مشتاق تھے کہ آپ ﷺ مقام محبوبیت پر فائز ہونے کے باوجود اپنے صحابہ اور دیگر انسانوں کے ساتھ کیسے گھل مل کر رہتے تھے۔آپ کا اٹھنا، بیٹھنا، کھانا، پینا، سونا، جاگنا، رہن، سہن، بود و باش اور عام انسانی رویے کیسے تھے۔آپ ﷺ کا لباس، کھانے کے برتن ،سواری کے جانور اور روزمرہ زندگی کے دیگر معمولات اور مشاغل کس نوعیت اور انداز کے تھے۔بظاہر چھوٹی نظر آنے والی یہ باتیں محبوب رب ذوالجلال کی وہ ادائیں ہیں۔جن کا تذکرہ عشاق مصطفٰی ﷺ کے لیے نہ صرف حرز جاں ہے بلکہ انہیں سنت نبوی ﷺ جان کر ان پر عمل پیرا ہونا وہ توشۂ آخرت سمجھتے ہیں۔حضور نبی اکرم ﷺ کی حسین و دلکش ادائیں غلامان رسول ﷺ کو کتنی محبوب ہیں اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ نے ساری زندگی خربوزہ کیسے کھایا تھا علامہ اقبال نے اس کا ذکر بزبان شعر یوں کیا ہے۔

کامل بسطام درتقلید فرد
اجتناب از خوردن خربوزہ کرد

آج بھی اہل ایمان حضور ﷺ کی ان اداؤں کو دہرانا نہ صرف باعث سعادت بلکہ اپنے ایمان کی تکمیل کا ذریعہ گردانتے ہیں۔

مزاج اقدس

حضور نبی اکرم ﷺ کے مزاج اقدس میں رقت، نرمی اور گداز کا عنصر بدرجہ اتم دیکھا جا سکتا تھا۔اس کا خمیر عشق الٰہی سے اٹھایا گیا تھا۔آپ ﷺ سرتاپا رحمت تھے اتنے شفیق اور نرم خو کہ سختی نام کی کوئی چیز بھی نہیں پائی جاتی تھی اور خود ستائی اور خود نمائی کا شائبہ تک آپ ﷺ کی ذات مقدسہ میں نہیں تھا۔آپ ﷺ کے مزاج مبارک میں فطری طور پر جلال و جمال کا ایک حسین امتزاج پایا جاتا تھا لیکن جہاں تک معمولات روز و شب کا تعلق ہے عملاً جمال کی کیفیت غالب دکھائی دیتی تھی۔سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ آپ ﷺ کے اوصاف جمیلہ کا بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ **اجود الناس صدرا واصدق الناس لهجة والينهم عريكة** (ترمذی شریف) حضور ﷺ دل کے سب سے بڑھ کر سخی تھے، زبان میں سب سے بڑھ کر سچے اور مزاج کے سب سے بڑھ کر نرم تھے۔حضور ﷺ کے مزاج اقدس کا کما حقہ ادراک تو ممکن ہی نہیں البتہ آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ پیکر فقر و غنا تھے۔عجز و انکسار آپ ﷺ کی دل نواز شخصیت کا جزو لاینفک

تھا۔ آپ ﷺ اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے بھی عجز وانکساری سے کام لیا کرتے تھے اور بعد از خدا بزرگ توئی کے منصب جلیلہ پر رونق افروز ہوتے ہوئے بھی عام انسانوں میں گھل مل جایا کرتے تھے آپ ﷺ کا یہ طرز عمل صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم میں اعتماد پیدا کرتا اور وہ خود اعتمادی سے زندگی کا سفر جاری رکھتے۔

حضور ﷺ اپنی مجلس زندگی میں مشاورت کا کامل ترین نمونہ تھے۔ اپنے عمل سے کسی میں احساس کمتری پیدا نہ ہونے دیتے آپ ﷺ کا سیرت وکردار طبقاتی کشمکش اور قبائلی ونسلی تفاخر اور مباہات سے یکسر پاک تھا۔ غریبوں اور مسکینوں اور معاشرتی طور پر کم تر حیثیت کے لوگوں سے یوں گھل مل جاتے کہ مجلس میں ہر شخص کو سماجی مرتبہ سے قطع نظر اپنی بات کھل کر کرنے کی اجازت ہوتی تھی۔ آپ ﷺ کی پیغمبرانہ زندگی جس انقلابی جدوجہد سے عبارت تھی اس سے ہر قدم پر مساوی انسانی حقوق کا درس ملتا ہے ہر فرد اپنی حاجت بیان کرتا اور آپ ﷺ ممکنہ حد تک ہر ایک کی دستگیری فرماتے ایثار اور بے نفسی کی ایسی مثالیں قائم کیں جو ہر دور کیلئے لائق تقلید ہیں دوسروں کا سامان اٹھا کر ان کے گھروں تک پہنچا دینا۔ ہمسایوں کی ضروریات کا خیال رکھنا ان کے لیے بازار سے سودا سلف خرید کر لانا۔ بکریوں کا دودھ دوہنا، اپنے جوتے خود مرمت کرنا، مسکینوں اور یتیموں کی دستگیری کرنا، غلاموں پر شفقت کرنا، آپ ﷺ مجلس میں اپنے لیے امتیازی جگہ پسند نہ کرتے بلکہ جہاں جگہ ملتی بیٹھ جاتے۔ حضرت ابوذر غفاری اور حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں ''کان رسول اللہ ﷺ یجلس بین ظھری اصحابہ، فیجئی القریب فلا یدری ایھم ھو، حتی یسال۔'' (ابوداؤد)

حضور ﷺ اپنے صحابہ کرام کے درمیان اس طرح گھل مل کر تشریف فرما ہوتے کہ اجنبی لوگ آتے اور آپ ﷺ کو پہچان نہ سکتے حتی کہ آپ ﷺ کے بارے میں سوال کرتے۔

حسن تکلم اور شیریں گفتاری

آقائے دو جہاں حضور رحمت عالم ﷺ کی گفتگو اس قدر شریں، دلکش اور دل آویز کہ اس کا ہر ہر لفظ سامع کے دل میں تراز و ہو جاتا حسن تکلم میں اس قدر دلکشی ورعنائی پائی جاتی کہ شہد کی مٹھاس بھی پیچھے رہ جاتی بات کو زیادہ طول دیتے اور نہ ہی بالکل اختصار ہی سے کام لیتے۔

آپ ﷺ کے کلام کا ہر لفظ اتنا پر تاثیر اور پر معنیٰ ہوتا کہ اس کا بے ساختہ پن دلوں میں اترتا چلا جاتا ہر شخص آپ ﷺ سے شعور وآگہی کی دولت لے کر اٹھتا اور بات سمجھنے میں کسی تشنگی کا احساس نہ رہتا۔ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ ما کان رسول اللہ ﷺ یسرد سردکم ھذا، ولکنہ کان یتکلم بکلام بین مضل یحفظہ من جلس الیہ (ترمذی شریف) حضور نبی اکرم ﷺ تمہاری مانند تیزی سے مسلسل کلام نہیں فرماتے تھے بلکہ آپ ﷺ اس طرح کلام فرماتے گفتگو کا ہر کلمہ جدا اور واضع ہوتا۔ اور پاس بیٹھنے والا شخص اسے یاد کر لیتا۔ تاجدار کائنات ﷺ نہ صرف ہر بات کھول کھول کر بیان فرماتے بلکہ بسا اوقات گفتگو کے اہم نکات کو مخاطبین کے دلوں میں اتارنے کے لیے بار بار دہراتے، سیدنا انسؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کا معمول تھا کہ گفتگو تین بار دہراتے تھے۔ کان رسول اللہ ﷺ یعید الکلمۃ ثلاثا لتعقل عنہ (ترمذی شریف) حضور ﷺ (بعض اوقات) کلام کو (ضرورت کے مطابق) تین مرتبہ دہراتے تاکہ (آپ ﷺ کے) مخاطبین اسے اچھی طرح سمجھ لیں حضور ﷺ کی رعناء و دل آویزی میں ڈوبی ہوئی پر نور گفتگو کا ذکر حضرت عبداللہ بن عباسؓ ان الفاظ میں کرتے ہیں۔ کان رسول اللہ ﷺ اذا تکلم رئی کالانور یخرج من بین ثنایاہ۔

حضور ﷺ جب کلام فرماتے تو سامنے کے دندان مبارک سے نور نکلتا ہوا محسوس ہوتا۔ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں۔ ان النبی ﷺ کا یحدث حدیثا لو عدہ العاد لاحصاہ۔ (بخاری شریف) حضور نبی اکرم ﷺ اس انداز سے کلام فرماتے کہ اگر کوئی (الفاظ) گننا چاہتا تو (باآسانی) شمار کر سکتا تھا۔

تبسم اور خوش مزاجی

حضور ﷺ کے اخلاق عالیہ اور اوصاف حمیدہ میں خوش طبعی شگفتہ مزاجی اور تبسم فرمانے کی عادت ایک عجیب شان دل آویزی لیے ہوئے تھی۔

آپ ﷺ مزاح بھی فرماتے تھے مگر یہ مزاح ہمیشہ تہذیب کے دائرہ میں ہوتا تھا۔ کسی بات پر ہنستے تو ہنسی میں کبھی آواز پیدا نہ ہوتی بلکہ یہ ایک قسم کا تبسم ہی ہوتا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ مارایت النبی ﷺ مستجمعا قط ضاحکا حتہ اری منہ لھداتہ انما کان یتبسم (بخاری شریف) میں نے کبھی بھی حضور ﷺ کو اس طرح زور سے ہنستے ہوئے نہیں دیکھا کہ آپ ﷺ کا حلق مبارک دیکھ لیتی۔ (آپ ﷺ کا ہنسنا بھی) آپ ﷺ کا تبسم ہی ہوا کرتا تھا۔ سیدنا امام حسینؓ نے اپنے ماموں حضرت ہند بن ابی ہالہؓ سے حضور ﷺ کے تبسم فرمانے کے بارے میں روایت بیان کی ہے کہ سالت خالی ھند عن صفۃ ضحک رسول اللہ ﷺ فقال جل ضحکہ التبسم یفتر عن مثل حب الغمام (ترمذی شریف) میں نے اپنے ماموں حضرت ہند بن ابی ہالہؓ سے دریافت کیا کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے ہنسنے کی کیا کیفیت ہوتی تھی؟ انہوں نے فرمایا کہ آپ ﷺ کا ہنسنا تبسم ہی ہوتا تھا اور مسکراتے تو دانت مبارک اولوں کے دانوں کی طرح آبدار تر وتازہ اور انتہائی سفید وشفاف نظر آتے۔ آپ ﷺ مسکراتے تو یوں لگتا گویا صحن چمن میں گلاب کھل اٹھے ہیں



صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے من خوشی سے پھولے نہ سماتے اور ہر طرف آپ ﷺ کا حسین تبسم آبدار موتیوں کی طرح بکھر جاتا۔ بعض دفعہ حضور نبی اکرم ﷺ کی مسکراہٹ کا ایسا اندازہ بھی ہوتا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم آپ ﷺ کے دندان مبارک بھی دیکھ لیتے۔

حضرت عبداللہ بن حارثؓ فرماتے ہیں۔ **ما رایت احدا اکثر تبسما من رسول اللہ ﷺ** (صحیح المسلم) میں نے حضور ﷺ سے بڑھ کر کسی کو مسکرانے والا نہیں پایا۔

انداز نشت و برخاست

حضور نبی اکرم ﷺ کی ہر ادا حسن و جمال کا مرقع تھی صحابہ کرام رضوان اللہ عنھم جنہیں حضور ﷺ کی محافل میں حاضری کی سعادت نصیب ہوتی تھی۔ نے ان محافل میں اپنے آقا ﷺ کی ایک ایک ادا کو لوح تاریخ میں محفوظ کرنے کا اعزاز حاصل کیا ہے۔

حضرت خارجہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ **کان النبی ﷺ اوقد الناس فی مجلسه لا یکاد یخرج شیاء من اطرافه۔** (الشفاء) مجلس میں حضور ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ باوقار ہوتے تھے اور حضور ﷺ اطراف (مثلا منہ، ناک، کان وغیرہ) سے کوئی چیز ظاہر نہیں فرماتے تھے۔

حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے۔ **ان رسول اللہ ﷺ کان اذا جلس احتبی بیدہ** (سنن ابوداؤد) رسول اکرم ﷺ جب مجلس میں تشریف فرما ہوتے تو دونوں گھٹنے کھڑے کر کے انہیں ملاتے ہوئے ان کے گرد ہاتھوں کا حلقہ سا بنا کر بیٹھے۔ حضور ﷺ مجلس میں اس طرح تشریف فرما ہوتے کہ رعب کے ساتھ وقار عجز و انکسار بیک وقت آپ ﷺ کے نشست و برخاست کے ہر انداز سے ظاہر ہوتا۔

اِس کے تمام شواہد موجود ہیں کہ پاکستان کا قیام امرِ الٰہی کا مرہونِ منت ہے۔ 1940ء کے بعد پندرہ کروڑ پسماندہ ہندی مسلمانوں کا ایک ہی مقصد کے لیے ایک مرکز پر جمع ہو کر اُس کے لیے ڈٹ جانا اور انتہائی قربانیوں سے بھی دریغ نہ کرتے ہوئے کامیابی سے ہمکنار ہو جانا اِس امر کی دلیل ہے کہ اللہ رب العزت ملتِ اسلامیہ پاکستانیہ سے غلبہ دین کا وہ کام لینا چاہتا ہے جس کی پیش گوئی اُس نے قرآنِ کریم میں فرمائی ہے: ترجمہ

"اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسول کو (نورِ) ہدایت اور دینِ حق دے کر بھیجا ہے کہ وہ اِسے (دینِ حق کو) تمام (جنسِ) دین (یعنی اُن تمام "نظاماتِ زندگی" پر جو لوگوں میں دین کی نوعیت رکھتے ہیں) پر غالب کر دے، اور اللہ کافی گواہ ہے"۔(48۔فتح 28)

........دینِ اسلام کا جس طرح ایک اُمی رسول پر اور جس مشکل دَورِ جاہلیت میں نزول ہُوا، اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح اس کی تبلیغ و نفاذ کا حق ادا فرمایا وہ بذاتِ خود اسلام کی ہمہ گیر حقیقت و حقانیت کی گواہی ہے، کیونکہ اسلام کی آمد کے بعد اکنافِ عالم کا کوئی گوشہ اُس سے اثر پذیر ہوئے بغیر نہیں رہ سکا۔

یہاں دین جمع کے بجائے واحد استعمال ہوا ہے، کہ دین تو آدمؑ، نوحؑ سے لے کر حضرت موسیٰؑ، عیسیٰؑ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک ایک ہی ہے، اور وہ اسلام ہے، اور وہی اصل نور ہے، خواہ دوسرے "ادیان" والے بوجوہ اُسے کسی بھی اَور نام یا ناموں سے پکاریں (بحوالہ عبداللہ یوسف علی)۔ مراد یہ ہے کہ وہ تمام نظام یا دساتیر، جو لوگوں نے "دین" کی طرح اپنی روحانی تسکین یا پرستش کی خاطر وضع کر رکھے ہیں، ان پر اسلام کو غالب کر دیں۔ تاہم اکثر مترجمین نے سہولتِ فہم کے لیے اِس کا ترجمہ تمام ادیان کیا ہے، یہ بھی حسبِ حال ہے.... غلبہ اسلام میں یہ تمام سلسلے خود بخود شامل ہیں۔ بحمد اللہ۔

پاکستان اُنہی اصولوں پر قائم ہوا ہے جن پر ریاستِ مدینہ کا قیام عمل میں آیا تھا۔ چنانچہ میرا یقین ہے کہ پاکستان جلد یا بدیر انشا اللہ اُس منزل کو پا لے گا، اور مَیں اِس سفر میں مشرقی پاکستان (حال بنگلہ دیش) کو بھی شامل کرتا ہوں کہ انہوں نے اُن اساسی اصولوں سے روگردانی نہیں کی۔ اور جغرافیائی علیحدگی ترکِ نظریہ پر ہرگز دال نہیں، اور وہ شاید ہم سے بہتر طور پر اس منزل کی طرف گامزن ہیں۔

اِس میں شک نہیں ہمیں اپنے کردار و عمل کی خامیوں کے باعث بہت سی مزاحمتوں اور پسپائیوں کا منہ دیکھنا پڑا ہے، لیکن یہ چھوٹی یا بڑی حد تک ہر دَور میں ہوا ہے، اِس سے اصل منزل کھوٹی نہیں ہوتی۔ خود رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں اُحد اور حنین میں معمولی کوتاہیوں یا کمزوریوں کے باعث عارضی مشکلات سے لے کر آپ کے وصال کے بعد خلافت، اِنکارِ زکوۃ اور جھوٹی نبوّتوں اور صحابہ کرامؓ میں باہمی اختلافات، دخولِ سیاست، بلکہ جنگ و جدل تک کے مسائل کیا کم تھے! لیکن چشمِ فلک نے دیکھا کہ اِن سب عوامل کے باوجود بارہ تیرہ سَو سال تک دینِ حق مذکورہ پیش گوئی کے مطابق تین

براعظموں میں تقریباً نصف دنیا پر واقعی غالب رہا۔

اِس بُعدِ زمانی کے بعد ہند میں ہماری کیا حیثیت تھی! لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں اور نبی کے غلاموں میں سے دو افراد (علامہ اقبالؒ اور قائد اعظم محمد علی جناحؒ) کو ہماری رہنمائی کے لیے شمعِ نور دے کر کھڑا کر دیا، اور ہمارے لیے استقلالِ پاکستان کی منزل---خون کے سمندر میں سے گزرنے کے باوجود---ممکن کر دی۔

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی حدیث ہے کہ:

"(میری امت کے) علماء وارثین انبیاء ہیں۔ اور انبیاء کرام نے کسی کو دینار و درہم کا وارث نہیں بنایا، بلکہ وہ صرف علم کی وراثت چھوڑ جاتے ہیں۔ جس نے یہ علم حاصل کیا اس نے بڑا حصہ سعادت پالیا"۔(ترمذی، ابوداود، ابنِ ماجہ، بحوالہ نجم الفتاویٰ، جلد ا، ص239)---آپ نے عالم کی فضیلت کے متعلق مزید فرمایا کہ "عالم، عابد پر ایسی فضیلت رکھتا ہے جیسا کہ مَیں تم میں سے ادنیٰ آدمی پر فضیلت رکھتا ہوں"۔(حدیث 200، مشکوٰۃ، ج1، ص97) علم کو عبادت پر جو فضیلت حاصل ہے اس کی تائید مزید کے لیے فرمایا: اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا (35-فاطر-28): "اللہ سے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علماء (یعنی صاحبِ علم) ہیں"۔ ظاہر ہے کہ علماء سے اصطلاحی علماء مراد نہیں ہیں جو فلاں فلاں کتب پڑھ چکے یا فلاں فلاں سند کے حامل ہوں، بلکہ وہ برگزیدہ بندے ہیں جو اللہ سے ڈرتے ہیں۔ اور اس کی بتائی ہوئی راہ پر گامزن ہیں۔

چنانچہ اگر ہم "علماء" کو اُن کی آج کی روایتی وضع قطع، جبہ و دستار سے ہٹ کر تلاش کریں، تو ہمیں اِن دونوں رہنماوں میں یقین و ایمان، خشیتِ الٰہی، علم و حکمت، صدق وصفا، فکر و نظر، کردار و عمل، صبر و تحمل، عزیمت و استقلال اور جرات و شجاعت کے وہ تمام اوصافِ حمیدہ روزِ روشن کی طرح نظر آجائیں گے جو اُس کے بندوں کی خدمت، قوموں کی قیادت اور رہنمائی کا لوازمہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایسے قائد عطا فرمائے تو وہ بھی حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق، اور مذکورہ حدیث و آیتِ کریمہ کی پیروی میں حضور کے نقشِ قدم ہی کے نشان ہیں، اور ہم پر یہ کرم بلامقصدِ خاص نہیں۔

ہماری موجودہ ظاہری کسمپُرسی کے باوجود، پاکستان اور تمام عالمِ اسلام اِس وقت طاغوت کی نگاہوں میں اِس طرح کھٹک رہا ہے، جیسا غالباً کوئی ملک کسی دَور میں نہیں کھٹکا۔ حتیٰ کہ اپنی تمام تر جنگی قوت اور لاؤلشکر کے باوصف، جو دنیا میں کسی ایک فرعون کو تو کیا، ازل سے ابد تک تمام فرعونوں، نمرودوں اور شدادوں کے مجموعے کو بھی حاصل نہیں رہی، جہانِ طاغوت پر، اسلام، مسلمانوں، اُن کی تحریکوں بلکہ اُن میں سے محض ایک دو افراد کا تصور کر کے بھی ایسا لرزہ طاری ہو جاتا ہے کہ اُس کی راتوں کی نیندیں حرام ہو جاتی ہیں۔ فرمایا باری تعالیٰ نے: ترجمہ

"اور یاد کیجیے جب آپ کے پروردگار نے (بدر میں) فرشتوں کی جانب وحی کی، کہ مَیں تمہارے ساتھ ہوں۔ پس ایمان والوں کو (اپنے مَلَکی تصرفات سے ہمت بڑھا کر) ثابت قدم رکھو۔ میں ابھی کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دیتا ہوں۔ سوتم (کافروں کی) گردنوں کے اوپر مارو، اور اُن کی پور پور پر ضرب لگاؤ۔ یہ اِس لیے ہے کہ اُنہوں نے اللہ اور اُس کے رسول (اور دینِ حق) کی مخالفت کی، اور جو کوئی اللہ اور اُس کے رسول کی مخالفت کرتا ہے، اللہ اسے سزا دینے میں (بہت) سخت ہے"۔(8-الانفال 12/13)

ظلم و جبر اور کفر کی ہٹ دھرمی کے خلاف اس طرح کی اعانت کی بشارت متعدد جگہ دی گئی ہے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں: ترجمہ

"اے ایمان والو! اگر تم (اپنی روشن خیالی، اعتدال پسندی یا کفار کی نگاہوں میں اپنا تاثر IMAGE) "قابلِ قبول" بنانے کے زعم میں، یا کسی اور خوف یا لالچ سے) اُن کا کہا مانو گے، تو وہ تمہیں پچھلے پاوں واپس دھکیل دیں گے، اور تم (دین سے) پھر کر خسارے میں رہو گے۔ بلکہ (یاد رکھو) تمہارا محافظ (فقط) اللہ ہے، اور وہ بہترین ناصر (مددگار) ہے....ہم جلد کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دیں گے، کیونکہ انہوں نے اللہ کا شریک ایسی چیزوں (خمارِ طاقت، دولت، گھمنڈ، نام نہاد قومی مفادات، تباہ کن اسلحہ، بم، اپنے مفادات کے نام پر کمزور ممالک کی آزادی کا استحصال، قتل و غارت، بے انصافی، خوفِ خدا سے بے نیازی اور آخرت میں حساب کتاب سے انکار) کو ٹھہرایا ہے، جس کے لیے اللہ نے کوئی دلیل نہیں نازل کی۔ بس اُن کا ٹھکانہ جہنم ہے، اور وہ ظالموں کے لیے (جو اس طرح خود پر بھی ظلم کے مرتکب ہوتے ہیں) بہت بُری جگہ ہے"۔(3-آل عمران 149 تا 151)

مندرجہ بالا آیاتِ کریمہ سمیت "رُعبَ" کا لفظ قرآن میں متعدد جگہ وارد ہوا ہے اور لطف کی بات یہ ہے کہ عبداللہ یوسف علی نے آج سے تقریباً 75-74 سال پہلے اس کا ترجمہ ہر جگہ TERROR کیا ہے۔ یعنی" I WILL INSTILL TERROR INTO THE HEARTS OF UNBELIEVERS

....شاید "جادو سر چڑھ کر بولنا" اِسی کو کہتے ہیں۔

اِس میں شک نہیں کہ اِس وقت اہلِ ایمان اپنی شامتِ اعمال سے بے شمار مصائب و فِتَن میں محصور ہیں۔ لیکن اللہ کے فضل سے وہ جب امتحان کی دُھنکی میں دُھن کر اپنے ایمان میں کامل ہو جائیں گے تو روئی کے گالوں کی طرح ہر آلودگی سے پاک وصاف، گداز قلب اور غالب ہوں گے۔ انشاءاللہ العزیز۔



تبصرہ کیلئے کتاب کے دو نسخے ارسال کریں/متنازعہ اور فرقہ وارانہ کتب پر تبصرہ شائع نہیں کیا جاتا

باطنی بیماریوں کی معلومات

مندرجہ بالاعنوان کی کتاب مجلس المدینۃ العلمیۃ (شعبہ بیانات دعوت اسلامی) کی پیشکش ہے کتاب 352 صفحات پر مشتمل خوبصورت ٹائٹل کیساتھ پیش کی گئی ہے جو باطنی بیماریوں کی تعریفات، اسباب، علاج و دیگر معلومات پر مشتمل ہے جس میں خود پسندی کسے کہتے ہیں، حسد کا علاج، مداہنت کسے کہتے ہیں، بدگمانی کے حرام ہونے کی دو صورتیں، تکبر کے آٹھ اسباب وعلاج اور شماتت کسے کہتے ہیں کے عنوانات باندھے گئے ہیں موجودہ دور میں اس کتاب کا ہر گھر میں ہونا ضروری ہے کتاب مضبوط جلد کیساتھ مکتبہ المدینہ کے ملک بھر میں بک سٹالز پر دستیاب ہے لیکن قیمت کا ذکر نہیں ہے کتاب مکتبہ المدینہ فیضان مدینہ، محلہ سوداگران، پرانی سبزی منڈی، باب المدینہ کراچی سے براہ راست بھی منگوائی جاسکتی ہے۔

سہ ماہی فروغ نعت اٹک

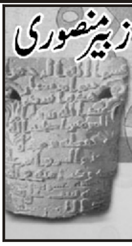
سید شاکر القادری چشتی نظامی کی زیر ادارت اور اکادمی فروغ نعت/نورسی فاؤنڈیشن اٹک سے یہ مجلہ شائع کیا جارہا ہے سید شاکر القادری ایک جانی پہچانی ادبی شخصیت ہیں اور فروغ نعت میں اپنا ایک بھر پور کردار ادا کر رہے ہیں جناب شاکر القادری انٹرنیٹ کی دنیا میں بھی ایک معروف نام ہے آپ نبی کریم ﷺ سے والہانہ محبت رکھنے والے نئے اور پرانے نعت گو شعرا کا کلام بڑی خوبصورتی سے شائع کرتے ہیں ساتھ ساتھ نعتیہ ادبی خبریں اور نعت سے متعلق دیگر مجلہ جات کا تعارف بھی شائع کیا جاتا ہے آج کے دور میں ایک موضوع پر ایسا تحقیقی اور معیاری مجلہ شائع کرنا اسلام سے محبت اور عشق رسول ﷺ کی علامت ہے اور عامۃ المسلمین کے دلوں میں عشق رسول ﷺ کی ٹمٹماتی شمع کو روشن تر کرنا ہے اس اعلیٰ معیار کے باوجود فی شمارہ 150 روپے خصوصی شمارہ 200 روپے اور سالانہ 500 روپے ہے مجلہ کیلئے دفتر فروغ نعت بالائی منزل سادات ماربل ورکس چھوئی روڈ اٹک شہر سے رابطہ کیا جاسکتا ہے۔ یا ویب سائٹ پر ملاحظہ کیا جا سکتا ہے
http://faroghenaat.com۔

تم پہ کروڑوں درود

مندرجہ بالا عنوان کی 100 صفحات پر مشتمل کتاب جناب خلیل احمد رانا نے ترتیب دی ہے اور اسے دارالفیض گنج بخش لاہور نے افادہ عوام کیلئے حکیم اہلسنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری کے اٹھارویں سالانہ عرس کے موقع پر شائع کی ہے۔ یوں تو درود پاک پر بہت سی کتب لکھی گئی ہیں لیکن اس کتاب میں مختلف اوراد کے بارے میں تفصیل سے بتایا گیا ہے۔ قارئین کیلئے ایک تحفہ اور درود پاک پر اعتراض کرنے والوں کا کافی و شافی جواب دیا گیا ہے۔

پنجاب میں سلسلہ چشتیہ کی تجدید وارتقاء

یہ کتاب بھی دارالفیض گنج بخش لاہور نے شائع کی ہے۔ یہ کتاب 150 صفحات پر مشتمل ہے۔ اسکا حصہ اول اٹھارویں اور انیسویں صدی عیسوی میں سلسلہ چشتیہ کی تجدید وارتقاء پر مشتمل ہے اس کے مصنف ڈاکٹر ساجدہ سلطانہ علوی جو میکگل یونیورسٹی مانٹریال (کینیڈا) میں انڈو اسلامک ہسٹری کی استاد ہیں اور سید جمیل احمد رضوی سابق لائبریرین پنجاب یونیورسٹی لاہور کی مشترکہ کاوش ہے۔ جس میں اولیاء پنجاب میں سلسلہ چشتیہ کے بزرگان دین کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان میں ایسے بزرگان دین بھی ہیں جن کا تاریخ میں کم ہی ذکر ملتا ہے بزرگان دین سے لگاؤ رکھنے والوں اور تحقیقی کام کرنے والوں کیلئے ایک حوالہ جاتی کتاب کے طور پر نمایاں ہوگی۔ جناب میاں زبیر احمد علوی گنج بخشی ضیائی اور میاں محمد ریاض ہمایوں سعیدی کی کوششوں سے چھپ کر منظر عام پر آئی ہے۔ بلاشبہ یہ کتاب اولیاء اللہ سے محبت رکھنے والوں کیلئے ایک تحفہ ہے۔ مندرجہ بالا دونوں کتابیں بلا ہدیہ پیش کی جارہی ہیں۔ دارالفیض گنج بخش 55 حکیم موسیٰ امرتسریؒ روڈ (ریلوے روڈ) لاہور۔



زبیر منصوری

حضور اکرم ﷺ کی سنّتیں اور حکمتِ عملی

آیئے نبی اکرم ﷺ کی سنّتوں کو زندہ کریں

حضور اکرم شفیع معظم ﷺ کی کچھ ایسی سنّتیں، جن کی جانب عموماً ہماری توجہ نہیں ہوتی مگر ان کی اہمیت امتِ مسلمہ کیلئے موجودہ دور میں بدرجہا زیادہ ہے۔ سیرت پاک سے ثابت ان سنّتوں کے نام خواہ کسی بھی زبان میں بیان کیے جائیں، مگر ان کی اہمیت دوسری سنّتوں کی طرح مسلّم ہے اور اگر آئندہ دنیا کی قیادت ایک بار پھر مسلمانوں کو سنبھالنی ہے، تو انہیں ان سنّتوں کو ہر قیمت پر اپنی زندگی کا حصہ بنانا ہوگا۔ آج دنیا پر جو قومیں حکمران ہیں وہ مانیں یا نہ مانیں، انہوں نے بھی دراصل رسول کریم ﷺ ہی سے رہنمائی حاصل کی ہے۔ زبیر منصوری

حکمتِ عملی کی منصوبہ بندی کی سنّت

مکّہ میں مسلمان 5 نبوی ﷺ سے دورِ ابتلاء میں داخل ہو چکے ہیں، روز ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر کسی نہ کسی ظلم کی اطلاع سے نبی کریم ﷺ کا محبت کرنے والا دل کٹ جاتا ہے۔ آپ ہی کے چند ساتھی ہیں، جنہیں کفار مکہ کے شدید جبر اور ظلم وستم کا سامنا ہے کبھی حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی پیٹھ انگاروں سے داغی جا رہی ہے تو کہیں حضرت خباب رضی اللہ عنہ اور سمیہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں روح کو تڑپا دینے والے مظالم کی اطلاعات آ رہی ہیں، اور تو اور حضور نبی کریم ﷺ کی گردن مبارک پر بھی حالتِ سجدہ میں اونٹ کی بھاری اوجھڑی رکھ دی جاتی ہے جس کے بوجھ سے آپ اُٹھ نہیں پاتے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے ننھے ہاتھوں سے مشکل سے آپ کو اس بوجھ سے آزاد کروا پاتی ہیں۔ آپ کے جسم اطہر اور لباس مبارک گندگی سے لتھڑ جاتے ہیں اور سامنے بیٹھے سرداروں کے قہقہے پورے حرم میں گونج رہے ہیں۔ یہ مشکل ترین حالات جب عروج پر پہنچتے ہیں تو اللہ کے رسول ﷺ 101 مرد وخواتین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر مشتمل ایک قافلہ ملک حبشہ روانہ کرتے دیتے ہیں۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اتنے مشکل اور کٹھن حالات میں جب کہ اسلام سے وابستہ ایک ایک فرد قیمتی ہے تو آخر کیوں اپنی قوت کے ایک بڑے حصّے کو دُور ایک مقام پر بھیج دیا گیا اور پھر ان لوگوں کا آخری گروپ فتح مکہ سے کچھ عرصہ قبل فتح خیبر کے وقت واپس آتا ہے۔ ان میں حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ جیسے جری اور بہادر صحابہ رضی اللہ عنہم بھی شامل ہیں۔ کس قدر عجیب بات ہے اللہ کے رسول ﷺ ایسے مشکل حالات میں بھی اپنے قیمتی انسانی اثاثے Strategic Human Resource کی غیر موجودگی برداشت کر لیتے ہیں۔ عموماً اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو رسول کریم ﷺ نے کفار کے ظلم وستم سے بچانے کیلئے ہجرت کی اجازت دی تھی مگر یہاں ایک سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ ان مہاجرین میں تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ اور اُمِّ حبیبہ بنت ابوسفیان رضی اللہ عنہن عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت زبیر بن العوام، اور حضرت جعفر طیار بن ابوطالب رضی اللہ عنہم جیسی معزز ہستیاں شامل ہیں جنہیں کفار مکہ کوئی اذیت پہنچانے کی جرأت نہیں کر سکتے تھے پھر انہیں ہجرت کیوں کروائی گئی؟ اس حوالے سے ایک مغربی مؤرخ نے اس ضمن میں بڑی خوبصورت بات لکھی ہے وہ کہتا ہے کہ "ہجرت حبشہ دراصل حضور اکرم ﷺ کی Strategic Human Resourse Plannings کی ایک شاندار مثال ہے۔ آپ ﷺ نے ان حالات میں یہ محسوس کر لیا تھا کہ اگر اسی طرح مظالم کا سلسلہ جاری رہا تو خدشہ ہے کہ کہ تمام مسلمان ختم ہی نہ ہو جائیں۔ لہٰذا اس صورت میں ایسا ایک قیمتی انسانی گروہ موجود ہو جو اللہ کے دین کی دعوت آگے لے کر چل سکے۔ یہی وجہ تھی کہ جب تک فتح مکہ کا کامل یقین نہیں ہو گیا افرادی قوت کی نہایت قلّت کے باوجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو واپس نہیں بلایا گیا۔ اس کے علاوہ اس ہجرت سے اسلام کی حفاظت کے لیے مکّے کی تنگ ہوتی زمین کے علاوہ نئی پناہ گاہیں تلاش کرنا بھی مقصود تھا"۔

یہ تھا حضور نبی کریم ﷺ کا اسٹر ٹیجک وژن، جو دُور تک دیکھ کر طویل عرصے کی منصوبہ بندی (Long Term Planning) کیا کرتے تھے۔ یہ وہ سنّت ہے جس کی آج کی مسلم دنیا اور اسلامی قوتوں کو شدید ضرورت ہے ٹھنڈے دل ودماغ سے سوچ کر اپنے موجود اثاثوں کو اس مہارت سے بروئے کار لانا کہ غلبہ دین کے تقاضے پورے ہو سکیں اور کامیابی حاصل ہو سکے۔ اس سنّت کو زندہ کرنے کی جتنی ضرورت آج ہے شاید پہلے کبھی نہ تھی۔ آج امّت کے بڑے بڑے مسائل میں سے ایک ذہانت اور عقل کے استعمال سے محرومی اور دور تک سوچنے کی صلاحیت کا مفقود ہونا ہے۔ فوری، وقتی، عارضی حل تلاش کرنا اور ترجیحات بنانا قومی مزاج بن چکا ہے۔ جب اسلام دشمن قوتیں اللہ کے رسول ﷺ سے یہ رہنمائی حاصل کر کے طویل منصوبہ بندی کے تحت آج اس مقام پر ہیں، جہاں پہلے امّت مسلمہ تھی۔ لہٰذا امت کو ضرورت ہے Strategic Planning کی سنّت کو دوبارہ زندہ کرنے والے نوجوانوں کی۔ جو موجودہ عہد کے تقاضوں کو سمجھتے ہوئے آج کے ٹولز (Tools) آج کی ٹیکنیکس اور آج کے ذرائع کی مدد سے اجتماعی ذہانت کو بروئے کار لا سکیں۔ مسلم تاجر اور صنعت کار بھی اس سنّت

رسول ﷺ پر عمل پیرا ہو کر وسائل فراہم کر سکتے ہیں ۔ ہماری وہ اعلیٰ دماغ افرادی قوت ، جو ملک وملت اور بوڑھے والدین کو چھوڑ کر بیرون ملک مقیم ہے، اسے بھی اپنی ملت میں واپس آجانا چاہیے ، تاکہ اپنی ذہنی صلاحیت اور تجربے سے اللہ کے دین کو فائدہ پہنچانے کا باعث بن سکے۔

ہیومن ریسورس مینجمنٹ کی سُنّت

حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک شخص اسلام قبول کرنے کیلئے آتا ہے آپ ﷺ اسے کلمہ پڑھا کر محبت سے اسلام کے دائرے میں لے لیتے ہیں ۔ وہ پوچھتا ہے" یارسول اللہ ﷺ میں اسلام کی کیا خدمت کر سکتا ہوں" آپ ﷺ اس سے دریافت فرماتے ہیں"تم دَور جہالیت میں کیا کرتے رہے ہو؟ وہ کہتا ہے یارسول اللہ ﷺ میں ایک طاقت وَر اور پھرتیلا چور تھا رات کی تاریکی میں دوسرے قبیلے کے جانوروں کے باڑے میں دیوار پھلانگ کر داخل ہوتا تھا اور پھر بچھڑا کاندھے پر اُٹھا کر دیوار پھلانگ کر باہر آکر اس رفتار سے دوڑ لگاتا تھا کہ کوئی مجھے نہیں پکڑ سکتا تھا" اس کی اس صلاحیت کے بارے میں جان کر آپ اسے حکم دیتے ہیں کہ جاؤ فلاں جگہ مسلمان قید ہیں انہیں دشمن نے ایک ایسی ہی جگہ قید کر رکھا ہے اسی طرح انہیں آزاد کروالاؤ" بلاشبہ، اللہ نے ہر شخص کو مختلف صلاحیتوں سے نواز کر دنیا میں بھیجا ہے مگر اس کے ٹیلنٹ کو پہچاننے اسے ڈیولپ کرنے اور پھر اسے استعمال کرنے کی ذمہ داری انسانوں پر چھوڑ دی ہے ۔آج دنیا نے انسانوں، بالخصوص بچوں کی ذہانت کو پرکھنے کے نہایت موثر طریقے دریافت کر لیے گئے ہیں۔ملٹی پل انٹیلی جینس ایم بی ٹی آئی (MBTI) اور ایسے دیگر ٹیسٹوں کی مدد سے اب لوگوں کی چھپی ہوئی صلاحیتیں معلوم کرنا آسان ہو گیا ہے۔مگر بدقسمتی سے امّت مسلمہ اس معاملے میں ابھی بہت پیچھے ہے وہ اس موضوع پر تحقیق تو درکنار ، موجودہ تحقیق کے استعمال کو بھی اہمیت نہیں دیتی۔یہی وجہ ہے کہ انسانوں کی قیمتی صلاحیتیں ضائع ہو رہی ہیں ۔جس کے سبب معاشرے میں جھنجھلاہٹ ،غصہ، چڑ چڑاپن ، بے چینی پھیلتی جا رہی ہے لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ انسانوں کو ٹھیک طور پر پہچاننے اور ان سے کام لینے کی سنّت رسول ﷺ کو زندہ کیا جائے اور امّت مسلمہ کی بھلائی کیلئے کیریئر کاؤنسلنگ ، گائڈنس ،اور ڈیولپمنٹ کے جدید طریقوں کی مدد سے ایسی ویب سائٹس اور ادارے قائم کیے جائیں جو امّت مسلمہ کے نوجوانوں اور کعبہ کے پاسبانوں کی ٹھیک سمت میں رہنمائی کر سکیں۔

Perception Managment کی سنّت

وہی مکّہ جہاں سے نبی کریم ﷺ کو نکلنا پڑا تھا وہی مکہ جہاں حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ نے بے پناہ مظالم سہے، آج نبی مہربان ﷺ 10 ہزار کے لشکر جرار کیساتھ اسے فتح کرنے اور اللہ کے گھر کعبۃ اللہ کو واپس دلوانے کیلئے ، اللہ کی زمین پر، اللہ کے بندوں پر، اللہ کی مرضی چلانے کیلئے لشکر لیکر نکل رہے ہیں، جنگی حکمتِ عملی کے نقطہ نظر سے آپ نے اس سفر کو مکمل طور پر خفیہ رکھا تھا۔ یہ مدنی لشکر جب مکّے سے کچھ فاصلے پر مرالظہران کے مقام پر پہنچا تو رسول کریم ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ہر شخص الگ الگ الاؤ روشن کرے۔ یہ ایک غیر معمولی حکم تھا عموماً عرب جنگی لشکر یا قافلے کی شکل میں آگ جلاتے تھے مگر یہ حکم اس سے مختلف تھا اب وادی میں منظر یہ تھا کہ نبی کریم ﷺ کے حکم پر دُور دُور تک آگ روشن تھی۔ رات کے وقت مکّے کے سردار، ابوسفیان سن گن لینے ایک ساتھی کیساتھ خچر پر سوار ہو کر اس طرف آن دھمکے۔ (اس وقت جب کہ ابوسفیان اسلام نہیں لائے تھے) پہاڑی کے اوپر سے جب انہوں نے دور دور تک آگ کے اَلاؤ روشن دیکھے تو ان کے اوسان خطا ہو گئے وہ سمجھ گئے کہ اب مزاحمت ممکن نہیں اتنے بڑے لشکر کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا تو انہوں نے اپنے ساتھی کے ذریعے یہ حوصلہ شکن پیغام اہل مکّہ کو بھی بھیج دیا اور پھر دنیا نے دیکھا کہ مکہ بغیر کسی قابل ذکر مزاحمت کے فتح ہو گیا۔ بلاشبہ نبی مہربان ﷺ نے دشمن کی نفسیات اور جنگی اصولوں کو سامنے رکھتے ہوئے ایک خوبصورت ابلاغی حکمتِ عملی اختیار کی جس کے نتیجے میں ابوسفیان جیسے جہاندیدہ بھی اس لشکر کو کئی گنا بڑا لشکر سمجھ کر ہمت ہار بیٹھے انہوں نے آگ کے الاؤ کی تعداد کی بنیاد پر غلط اندازہ لگا لیا اور نفسیاتی طور پر شکست کھا گئے۔آج امت مسلمہ بھی ایسے ماہرین کی تلاش میں ہے جو آج کے پرسیپشن مینجمنٹ کے محاذوں پر اس سنّت رسول ﷺ کو زندہ کریں اور دشمن کیلئے نفسیاتی وجذباتی طور پر بھرپور ذہانت کیساتھ ایسی موثر حکمت عملی اختیار کریں کہ جس کی مدد سے اس کی شکست یقینی ہو جائے۔

Communication Strategy کی سنّت

ابلاغی حکمت عملی پر ذخیرہ احادیث میں موجود ایک طویل حدیث کعب بن مالک رضی اللہ عنہ میں بھی ایک کمال نکتہ بیان ہوا ہے۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ غزوہ تبوک میں پیچھے رہ جانے والے صحابہ میں سے ایک تھے۔ آپ ﷺ جب واپس تشریف لائے تو منافقین نے آپ ﷺ کے پاس جا کر چرب زبانی سے دلائل کے ذریعے غزوے میں ساتھ نہ جانے کے عذر تراشے۔ ایسے میں جب کعب رضی اللہ عنہ کی باری آئی تو انہوں نے کمال کا خوب صورت جملہ ادا کیا اور فرمایا" یا رسول اللہ ﷺ! میں موثر انداز، مناسب دلیل کیساتھ متاثر کر دینے والی بات کہہ سکتا ہوں مگر میں ایسا نہیں کروں گا" علمائے کرام نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اس جملہ کو ابلاغ کی ایک خوبصورت تعریف قرار دیا ہے۔ دراصل مناسب دلیل کیساتھ موثر انداز سے متاثر کر دینے والی بات کہنے کے فن کا نام ہی ابلاغ ہے۔

Blueocean Strategy کی سنّت

صلح حدیبیہ کا مرحلہ ہے کفّار کی سخت اور بظاہر توہین آمیز شرائط پر مسلمان سخت افسردہ ہیں مگر اللہ اس صلح کو فتح مبین کہہ کر پکار رہا ہے۔ بالآخر اللہ کے حکم سے صلح حدیبیہ کی شرائط طے پا جاتی ہیں

مسلمان واپس لوٹتے ہیں اور نبی کریم مدینہ واپس آتے ہی بڑے پیمانے پر پورے عرب میں وفود اور خطوط کے ذریعے دعوت دین کا کام شروع کر دیتے ہیں اور دعوت حق اس قدر تیزی سے فروغ پاتی ہے کہ دنیا حیران رہ جاتی ہے اس سے قبل مکّہ سے مدینہ ہجرت پر بھی آپ ﷺ اہل مکّہ سے اپنا دعوتی ارتکاز ہٹا کر عام قبائل کی طرف موڑ دیتے ہیں اور اس ہجرت سے بھی پہلے مکّے میں بھی آپ ﷺ مشرکین مکّہ کو چھوڑ کر عکاظ کے میلے اور حج کیلئے آنے والے قافلوں پر توجہ مرکوز کرتے ہیں اور انہیں دعوت دین دیتے ہیں۔ آپ کی یہ سنّتیں رہنمائی فراہم کرتی ہیں کہ یہ ضروری نہیں کہ آپ ایک محدود دائرے ہی میں دین کی دعوت کا کام کریں۔ آج کی دنیا میں Blueocean Strategy اسی حکمت عملی کا نام ہے کہ آپ اس چھوٹے سے دائرے کو چھوڑ کر، جس میں آپ اور آپ کا مخالف موجود ہے اس بڑے بلکہ بہت بڑے دائرے پر توجہ مرکوز کر لیں جہاں وہ کام نہیں کر رہا۔ اس حکمت عملی کے پورے خاکے موجود ہیں جو آج کے دور میں یونیورسٹیز میں پڑھائے جا رہے ہیں۔

Creative Thinking
کی سنّت

ہم وہ لوگ ہیں، جنہوں نے محمد ﷺ کیساتھ عہد کیا ہے کہ جب تک زندہ رہیں گے اس وقت تک اللہ کے دین کی راہ میں جد جہد کرتے رہیں گے۔" (نحن الذین بایعوا محمدا علی الجہاد ما بقینا ابداً) صحابہ رضی اللہ عنہ کے گروپس جوش وجذبے کیساتھ 5544 میٹر طویل 3.23 میٹر گہری اور 4.62 میٹر چوڑی خندق کھودتے جا رہے ہیں اور محمد ﷺ کیساتھ اپنے عہد کو تازہ کرنے کیلئے مذکورہ شعر پر مشتمل نعرے بلند کرتے جا رہے ہیں۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے ایک کری ایٹیو آئیڈیا کو نبی کریم ﷺ نے پسند فرمایا اور عرب کی سرزمین پہلی خندق کھودنے کے تجربے سے گزر رہی ہے۔ مسلمانوں کی قیادت اپنے ساتھیوں کیساتھ موجود ہے۔ لوگ بھوک سے نڈھال ہیں، مگر اپنے مہربان آقا ﷺ کے پیٹ پر بندے دو پتھر دیکھ کر وہ اپنی بھوک بھلا دیتے ہیں اور زیادہ جوش وجذبے سے کام میں لگ جاتے ہیں۔ ان کو یہ نعرہ مسلسل ایک نیا جوش وولولہ عطا کر رہا ہے، اسی کھدائی کے دوران ایک سخت چٹان آجاتی ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہ اسے توڑ نہیں پاتے تو اپنے قائد کو مطلع کرتے ہیں آپ ﷺ پہنچتے ہیں، کدال تھام کر اللہ کا نام لیکر ایک ضرب لگاتے ہیں۔ کدال پتھر سے ٹکراتی ہے، شرارے بلند ہونے پر ساتھیوں کو قیصرو کسریٰ اور شام کے محلات فتح ہونے کی بشارتیں دیتے ہیں اور مومنین کے ایمان یہ سن کر اور پختہ ہو جاتے ہیں اور منافقین کی مایوسی اور سخت دلی میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔ وہ منہ چھپا کر کہنے لگے ہیں کہ قضائے حاجت کیلئے مدینے سے باہر نہیں جا پا رہے اور یہ ہمیں قیصرو کسریٰ کی فتح کی خوشخبریاں دے رہے ہیں! ذرا اس سارے واقعے پر غور کیجئے، (1) آپ ﷺ کے ساتھیوں سے مشورے اور غوروخوض Brain Storming (2) کری ایٹیو آئیڈیاز کو فوراً قبول کرنا (3) مؤثر منصوبہ بندی (Effective Planning) (4) تقسیم و تفویض کار Distribution and Delegation of work (5) ساتھیوں کی موٹیویشن کے لیے شعر اور نعرے Motivational Slogans (6) لیڈر لوگوں کے درمیاں موجود اور مشکل کام خود کر کے دینے کیلئے دستیاب (7) مشکل حالات میں ساتھیوں کو خواب Vision دینا اور امید وحوصلہ پیدا کرنا (8) معرکے کے وقت انتشار پھیلانے والے کم زور عقیدہ لوگوں کو نظر انداز کر کے اکثریت کا فوکس ٹھیک جگہ پر رکھنا۔ غرض آج دنیا جو بھی مثبت آگے بڑھنے والا طریقہ اپنا رہی ہے اس کی میرے نبی محترم ﷺ نے صدیوں پہلے رہنمائی فرمادی تھی۔

Experiential Learning
کی سنّت

نبی مکرّم ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی رفاقت میں مدینہ کی گلی سے گزر رہے ہیں، راستے میں کچرے کا ڈھیر آ گیا اور محض گندگی کا ڈھیر ہی نہیں اس پر بکری کا مردہ بچہ بھی پڑا ہوا ہے۔ ناقابل برداشت تعفّن اور بدبو۔ آپ ﷺ وہاں ٹھہر جاتے ہیں آپ کو ٹھہرتے دیکھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی رُک گئے۔ آپ نے فرمایا کہ کون ہے جو اس کو ایک درہم میں مجھ سے خریدے گا؟ عجیب سی جگہ، عجیب سا سوال، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پوری توجہ سے اپنے محبوب استاد ﷺ کی جانب متوجہ ہیں۔ عرض کرتے ہیں" یا رسول اللہ ﷺ یہ مردہ بکری کا بچہ اس کی کیا قیمت ہو سکتی ہے بھلا؟" آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کی نظر میں دنیا کی قیمت اس مردہ بکری کے بچے جتنی بھی نہیں ہے۔" (مفہوم حدیث) اللہ اکبر سبحان اللہ، وہ بے نظیر استاد، محترم ﷺ کس قدر خوب صورت انداز میں عملی تجربے کی مدد سے ایک کمال کا سبق دیتے ہیں؟ اور بات ان کے طلبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دل ودماغ میں پیوست ہو جاتی ہے۔ آج دنیا سکھانے کے اس اسلوب کو اپنی زبان میں Experiential Learning کہتی ہے۔ اس بات چیت کو Debrief کہتی ہے، اس طرح عملی تجربات کے ذریعے ٹریننگ کے کورسز کرواتی ہے، اور محض تقریر کے پرانے اور غیر موثر اسلوب کو بدل کر اس انداز کو موثر پاتی ہے۔ لیکن حضور اکرم ﷺ صدیوں پہلے اس اسلوب میں رہنمائی دے چکے ہیں۔ آج مغرب، رسول اللہ ﷺ کی ان سنّتوں سے رہنمائی حاصل کر کے ترقی کے زینے عبور کر رہی ہے، تو پھر آخر ہم ان تفصیلات میں سے "خدا بیزار تہذیب" کا زہر نکال کر انہیں پھر سے کیوں نہ استعمال کریں ان پر کیوں نہ تحقیق کریں اور آپ ﷺ کی سیرت کے اس پہلو کو اپنی رہنمائی اور کامیابی کیلئے استعمال کیوں نہ کریں۔

بچوں کا صفحہ

تاریخی اخلاقی کہانیاں

انتخاب: یاذان احمد

تعلیم میں دلچسپی

بہت دن کی بات ہے کہ رسول اللہ ﷺ دنیا سے تشریف لے جا چکے تھے صحابہ کرامؓ کا دور بھی ختم ہو چکا تھا مسلمانوں میں ایک بہت بڑے عالم تھے۔ اُنکا نام تھا امام مالکؒ۔ مدینہ شریف میں آپ قرآن و حدیث کا درس دیتے تھے۔ طلبہ نہایت دُور دُور سے آپ کے پاس پڑھنے آتے تھے۔

ایک دن آپ درس دے رہے تھے۔ درس میں ہسپانیہ (موجودہ اسپین) کے بھی ایک طالب علم شریک تھے۔ ان کا نام تھا یحییٰ۔ آپ علم دین کے بڑے دل دادہ تھے۔ اتنی دُور سے امام مالکؒ کے پاس دین کی تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے آئے تھے۔ درس کے دوران میں شور ہوا ہاتھی! ہاتھی!

عرب میں ہاتھی نہیں ہوتا۔ وہاں کے باشندوں کے لئے یہ ایک انوکھی چیز تھی۔ آواز سنتے ہی تمام شاگرد باہر نکل آئے اور ہاتھی دیکھنے لگے۔ مگر یحییٰ بدستور اپنی جگہ پر بیٹھے رہے۔ اچھے استاد نے کہا۔ بیٹے یحییٰ! تمہارے ہاں ہسپانیہ (موجودہ اسپین) میں تو ہاتھی نہیں تم کیوں نہیں گئے۔ جاؤ تم بھی ہاتھی دیکھ آؤ۔

اچھے استاد! یحییٰ نے جواب دیا۔ ''میں اپنا وطن چھوڑ کر آپ کے پاس علم حاصل کرنے آیا ہوں۔ ہاتھی دیکھنے کے لئے اتنی دور سے یہاں نہیں آیا ہوں۔''

اچھے شاگرد کی یہ باتیں سن کر امام مالکؒ بہت خوش ہوئے۔ آپ نے یحییٰ کو دُعا دی اور فرمایا۔

''تم تو بہت ہی سمجھ دار بیٹے ہو۔''

استاد کی زبان مبارک سے یہ کلمہ کچھ اتنی محبت سے نکلا کہ اللہ نے اسے قبول فرما لیا اور یحییٰ ہسپانیہ (موجودہ اسپین) کے ایک زبردست اور بہت ہی سمجھ دار عالم ہوئے۔

قرآن کا احترام

محمود ایک بہت مشہور بادشاہ گزرا ہے۔ وہ غزنی کا رہنے والا تھا۔ اس نے مختلف اسباب کے تحت ہندوستان پر بھی سترہ حملے کیے تھے۔ اس کی زندگی کا ایک بہت ہی مشہور واقعہ ہے کہ ایک شب وہ سونے جا رہا تھا۔ اتفاق سے طاق پر نگاہ پڑی۔ دیکھا تو قرآن پاک رکھا ہوا تھا۔

اب کیا کرتا اگر ادھر پیر پھیلا کر سوتا ہے تو کلام پاک کی بے ادبی ہوتی ہے۔ سوچا لاؤ چار پائی کا رخ بدل دوں۔ اُدھر سرہانا ہو جائے۔ پھر ٹھیک رہے گا۔ چنانچہ چار پائی کا رخ بدل دیا۔ اب سونے چلا تو خیال آیا کہ میرے کمرے میں اللہ کا فرمان رکھا ہوا اور میں اس کو سمجھ کر پڑھنے اور اس پر عمل کرنے کے بجائے غافل پڑا سوؤں۔ یہ بھلا کب مناسب ہوگا۔ سوچا لاؤ اسے اٹھا کر پاس والے کمرے میں رکھ آؤں۔ اور پھر آرام کروں۔

اس خیال کا آنا تھا کہ بادشاہ کانپ اُٹھا۔ سوچا یہ کتنی بڑی بے ادبی ہے کہ محض اپنے آرام کی خاطر اللہ کے کلام کو اپنے کمرے سے ہٹا رہا ہوں اسی پس و پیش میں سلطان رہ گیا۔ نہ ہٹاتے نہ سوتے۔ ساری رات آنکھوں میں کاٹ دی۔

اپنے ہاتھ سے کام کرنا

مسلمانوں کے ایک خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیز گزرے ہیں۔ آپ بہت ہی نیک اور سادہ مزاج تھے۔ ایک دن آپ کے یہاں ایک مہمان آیا۔ آپ چراغ کی روشنی میں کچھ لکھ رہے تھے۔ اتفاق سے چراغ میں تیل نہ رہا اور وہ تھوڑی دیر میں ٹمٹما کر گل ہونے لگا۔ مہمان بولے ''آپ فکر نہ کریں میں ابھی ٹھیک کئے دیتا ہوں۔''

''مہمان سے خدمت لینا درست نہیں۔''

خلیفہ نے جواب دیا۔

''اچھا تو نوکر کو جگائے دیتا ہوں وہ اسے ٹھیک کر دے گا''

مہمان نے عرض کیا۔

''نہیں! اُس غریب کو سونے دو۔ ابھی ابھی تو سویا ہے۔ خواہ مخواہ اسے تکلیف ہوگی۔ یہ کہہ کر خلیفہ خود ہی اٹھے اور چراغ میں تیل ڈال لائے۔'' ''آخر آپ ہی نے تکلیف کیوں فرمائی'' مہمان نے کہا۔

''کیا ہوا؟'' خلیفہ نے جواب دیا۔ ''اس میں تکلیف کی کیا بات تھی جب میں تیل ڈالنے گیا تھا اس وقت بھی میں عمر تھا اور اب واپس آیا ہوں تو بھی عمر ہی ہوں''

مہمان ان کا یہ جواب سُن کر لاجواب ہو گیا۔

دلیری

پیارے نبی ﷺ کے زمانے کا ذکر ہے۔ آپ ﷺ ہجرت کر کے مدینے جا چکے تھے۔ مگر دشمن وہاں بھی چین سے نہ رہنے دیتے تھے۔ ایک سال دشمنوں نے بہت بڑی فوج تیار کی اور مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے روانہ ہوئے۔ ادھر مسلمانوں نے بھی جنگ کی تیاری شروع کی۔ مرد عورتیں اور بچے سب دین کے فدائی تھے۔ سبھی بڑھ بڑھ کر اپنے آپ کو پیش کرنے لگے۔ مگر حضور ﷺ نے بچوں کو یہ کہہ کر رخصت کر دیا کہ ابھی تم بچے ہو۔ جب بڑے

ہو جاؤ گے۔اس وقت جہاد کرنا۔

بچوں میں ایک کا نام رافع تھا۔اس کو حضور ﷺ نے یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ ''تمہارا قد ابھی چھوٹا ہے''

رافع کو جہاد میں شریک ہونے کا شوق تھا۔وہ یوں بھی تھا بڑا ذہین۔تو ایک ترکیب سوجھی۔

حضور ﷺ کے سامنے آیا۔پنجوں کے بل کھڑا ہو گیا اور اونچا ہو کر کہنے لگا۔

یا رسول اللہ ﷺ ! میں تو بڑا ہوں۔ میں اپنی تلوار سے دشمنوں کا خاتمہ کر دوں گا۔

پیارے نبی ﷺ نے بچے کا شوق دیکھ کر اسے فوج میں بھرتی کر لیا۔اتنے میں ایک اور لڑکا جس کا نام سمرہ تھا۔آگے بڑھ کر کہنے لگا۔

''یارسول اللہ ﷺ ! مجھے بھی فوج میں شامل کر لیجئے۔لڑائی تو طاقت سے ہوتی ہے۔اور میں رافع سے زیادہ طاقتور ہوں۔قد چھوٹا ہونے سے کیا ہوتا ہے۔رافع سے کُشتی کرا کر دیکھ لیجئے۔

حضور ﷺ نے سمرہ کی یہ بات منظور فرمائی۔ دونوں میں کُشتی ہوئی۔سمرہ نے رافع کو پچھاڑ دیا۔اب تو وہ بھی اسلامی فوج میں بھرتی ہو گیا۔

اللہ ان بہادروں سے راضی ہو!

صاف گوئی

سلطان بایزید ترکوں کا ایک بہت مشہور بادشاہ گزرا ہے۔وہ بہت دلیر اور انصاف پسند تھا۔صوم وصیام کا بھی پابند تھا۔مگر نماز باجماعت نہیں پڑھتا تھا۔اسی کے دور کا ایک واقعہ ہے۔

ایک بار جج کی عدالت میں ایک مقدمہ پیش ہوا اس میں ایک فریق کی طرف سے سلطان خود گواہ تھا۔عدالت کے جج مولانا شمس الدّین تھے۔یہ روم کے رہنے والے اور شریعت کے بہت پابند تھے۔

سلطان گواہی کے لئے حاضر ہوا۔مولانا نے اس کی شہادت منظور کرنے سے انکار کر دیا۔سلطان خود بھی منصف تھا اور جج کی انصاف پسندی سے بھی واقف تھا۔اس لئے ان کے اس رویے پر خفا نہ ہوا۔البتہ انکار کا سبب دریافت کیا۔

مولانا بولے:۔

''شریعت کی رو سے ان لوگوں کی گواہی معتبر نہیں جو باجماعت نماز ادا نہیں کرتے۔اب آپ خود سمجھ سکتے ہیں۔کہ آپ کی شہادت کیوں رڈ کر دی گئی۔

سلطان پر اس بات کا بڑا اثر ہوا۔اس کے بعد وہ نہایت مستعدی سے جماعت کی پابندی کرنے لگا۔

سادہ زندگی

سلطان ناصر الدّین ہندوستان کا ایک ہی نیک اور سادہ مزاج بادشاہ گزرا ہے۔کہنے کو تو وہ بادشاہ تھا مگر عام بادشاہوں سے اس کا رہن سہن بالکل جُدا تھا۔اپنے ذاتی خرچ کے لئے سرکاری خزانے سے ایک پیسہ بھی نہ لیتا تھا۔چھ ماہ میں ایک قرآن پاک اپنے ہاتھ سے لکھ لیتا۔اس طرح سال میں دو کلام پاک تیار ہو جاتے۔انھیں کے ہدیہ سے سال بھر تک اپنی گزر اوقات کرتا۔کبھی کبھی ٹوپیاں بنا کر بھی کچھ رقم حاصل کر لیا کرتا۔اتنی قلیل آمدنی میں ظاہر ہے کتنی سادہ زندگی گزرتی ہو گی۔۔! سلطان کی ایک ہی ملکہ تھی۔وہ بھی نیک اور سادہ مزاج تھی۔سلطان خود محنت سے کماتا۔ملکہ اپنے ہاتھ سے کھانا پکاتی اور اس طرح میاں بیوی قناعت کی زندگی گزارتے۔

ایک دن ملکہ کھانا پکا رہی تھی۔اتفاق سے توے سے روٹی اتارنے میں ہاتھ جل گیا۔بہت تکلیف ہوئی۔چنانچہ سلطان کی خدمت میں حاضر ہو کر نہایت دبی زبان سے عرض کیا۔

''اگر آپ میری مدد کے لئے ایک ملازمہ رکھ دیتے تو بڑی عنایت ہوتی۔''

سلطان نے کہا

''بیوی !تم تو جانتی ہو کہ ہماری آمدنی بہت قلیل ہے۔اس میں ملازمہ رکھنے کی گنجائش کہاں ہے؟ سرکاری خزانہ رعایا کی امانت ہے۔اس کی فلاح و بہبود پر خرچ ہونا چاہیے۔اس میں سے تو ہمیں اپنے اوپر خرچ کرنے کا کوئی حق نہیں۔ملازمہ کہاں رکھ دوں۔''

ملکہ یہ جواب سُن کر خاموش ہو گئی۔اور پھر ملازمہ رکھنے کے لئے نہ کہا۔

جانوروں پر رحم

بہت دنوں کی بات ہے۔شہر غزنی میں ایک شخص رہتا تھا۔اس کا نام تھا سبکتگین۔وہ تھا تو اپنے قبیلے کا سردار مگر تھا بہت غریب ایک گھوڑے کے علاوہ اس کے پاس کچھ نہ تھا۔وہ اپنا زیادہ وقت سیر و شکار میں گزارتا تھا۔

ایک دن وہ شکار کو جا رہا تھا۔راہ میں اسے ایک ہرنی اور اس کا بچہ چرتے ہوئے ملے۔سبکتگین نے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور ان کے پیچھے تیزی سے دوڑایا۔دونوں جان بچا کر بھاگے۔مگر بچہ تو آخر بچہ ہی تھا۔کتنا تیز بھاگ سکتا تھا۔بالآخر سبکتگین نے اسے پکڑ لیا اور لے کر گھر کو روانہ ہوا۔

ہرنی بے چاری محبت کی ماری اپنے بچے کے لئے اس کے پیچھے ہو لی۔سبکتگین کی نگاہ ہرنی پر پڑی۔اس کے افسردہ چہرے اور للچائی ہوئی نگاہ کو دیکھ کر سبکتگین کو رحم آ گیا اور اس نے بچے کو چھوڑ دیا آزاد ہوتے ہی بچہ چھلانگیں مارتا اپنی ماں کے پاس پہنچا اور دونوں نے خوشی خوشی جنگل کی راہ لی۔

رات کو سبکتگین نے آں حضرت ﷺ کو خواب میں دیکھا۔آپ ﷺ نے فرمایا۔

''سبکتگین !تم نے ہرنی بے چاری پر رحم کیا۔تمہارا یہ کام اللہ کو بہت پسند آیا۔تمہارا نام بادشاہوں کی فہرست میں درج کر لیا گیا ہے۔اب تم جلدی بادشاہ ہو جاؤ گے۔لیکن دیکھو سلطنت ملنے پر مغرور مت ہو جانا۔اپنی رعایا کے ساتھ اسی طرح مہربانی کا سلوک کرنا''

اس کے بعد سبکتگین بادشاہ ہو گیا۔اس واقعہ کو اس نے ساری زندگی یاد رکھا اور اپنی رعایا کے ساتھ ہمیشہ شفقت و محبت کا برتاؤ کیا۔

علامہ ذوالفقار مصطفی ہاشمی

اخلاق و کردار

ایک بابا جی حکیم کے پاس گئے اور کہنے لگے کہ میری نظر بہت کمزور ہوگئی ہے۔ حکیم صاحب نے کہا "بڑھاپے کی وجہ سے" بابا جی بولے کمر میں درد رہتا ہے۔ حکیم صاحب نے کہا "بڑھاپے کی وجہ سے"۔ بابا جی پھر گویا ہوئے چلنے سے سانس بھی پھول جاتا ہے حکیم صاحب نے جواب دیا "بڑھاپے کی وجہ سے"۔ بابا جی کہنے لگے حکیم صاحب حافظہ بھی بہت کمزور ہوگیا ہے۔ حکیم صاحب نے کہا اس کا سبب بھی بڑھاپا ہی ہے جو آپ کی یاداشت کمزور ہوگئی ہے۔ بابا جی کو غصہ آگیا کہنے لگے اے بیوقوف حکیم! تو نے ساری حکمت میں بڑھاپے کے سوا کچھ نہیں پڑھا حکیم صاحب کہنے لگے بڑے میاں! آپ کو جو بے قصور مجھ پر غصہ آرہا ہے نا اس کا سبب بھی بڑھاپا ہی ہے ۔۔۔ بعنیہ آج ہماری زبوں حالی، ذلت ورسوائی، خواری وناداری اور بے وقعتی کا سبب کہ آج کا مسلمان داخلی انتشار اور بیرونی یلغار کا شکار مفلسی وناداری میں مبتلا ملکوں ملکوں اقوام عالم کا نوالہ تر بنا ہوا غلامی کی زندگی گزارنے پر مجبور۔ بے راہ روی اور اخلاقی گراوٹ، فتنہ وفساد مقدمہ بازیوں، عداوتوں کی بدبو سے متعفن معاشرہ جھوٹ، غیبت، چغلی، وعدہ خلافی، بدنگاہی، حرام خوری، طعن وتشنیع کے دلدادہ افراد والدین اساتذہ کی عزت واحترام، بڑوں کا ادب، چھوٹوں پر شفقت، مظلوموں ناداروں کی مدد کرنا، غم بانٹنا، خوشیاں لوٹانا یہ سب قصہء ماضی نظر آتا ہے۔

وجہ بس ایک ہی ہے کہ ہم نے اخلاق اور کردار کی تعمیر نہ کی۔ اعلیٰ تعلیمی ڈگریوں پر تو لاکھوں خرچ کئے مگر اخلاقی قدروں کو بے اہمیت جانا۔ کالجز یونیورسٹیز کے وسیع وعریض اور بلند وبالا کیمپسز تو تعمیر کیے مگر اخلاق حسنہ اور کردار صالحہ کی دیواروں کو منہدم کردیا۔

خوف خدا اور عشق مصطفی ﷺ فکر آخرت، اپنے کئے گئے کا جواب دہ ہونے کا ڈر، جو کہ ایک مسلمان کا امتیازی وصف تھا اس سے آج کا مسلمان بالکل عاری نظر آتا ہے مسجدوں کی ویرانی تو پرانی بات ہوئی اب تو محراب ومنبر بھی ویران ہونا شروع ہوگئے۔ مولانا محمد علی جوہر نے کہا تھا۔

بلبل وگل گئے گئے لیکن !
ہم کو غم ہے چمن کے جانے کا!

دنیاوی ترقیاں بلبلیں تھیں اور دولت ایمان چمن اگر چمن آباد ہو تو بلبلیں پھر لوٹ آتی ہیں۔ مگر جب چمن ہی اجڑ جائے تو پھر بلبلیں ویرانوں میں آجائیں تو کیا حاصل۔

تو مسلمان کی اصل بے قدری ان کا اقدار کی پامالی سے ہوئی۔ جو اسے اسلام نے دی جو اسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے دی تھیں سب سے اعلیٰ وارفع اور قدر وشان میں سب سے بڑھ کر عطا کا ذکر کرتے ہوئے سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

"میزان عمل میں حسن اخلاق سے زیادہ وزنی کوئی چیز نہیں" (سنن ابی داؤد)

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ مصطفی کریم آقا ﷺ نے فرمایا "کیا میں تمہیں تم سے بہتر شخص کے بارے میں خبر نہ دوں؟

ہم نے عرض کیا کیوں نہیں" ارشاد فرمایا" وہ جو تم میں سے اچھے اخلاق والا ہے"۔ (الترغیب والترہیب)

حضرت سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پیارے آقا ﷺ نے ارشاد فرمایا" بروز قیامت تم میں سے مجھے زیادہ محبوب اور میری مجلس میں میرے زیادہ قریب وہ لوگ ہوں گے جو اچھے اخلاق والے اور عاجزی اختیار کرنے والے ہوں گے" وہ لوگوں سے اور لوگ ان سے محبت کرتے ہیں اور تم میں سے میرے نزدیک ناپسندیدہ اور میری مجلس میں مجھ سے زیادہ دور وہ لوگ ہوں گے جو بہت زیادہ باتیں کرنے والے بک بک کرنے والے اور تکبر کرنے والے ہوں گے" (جامع ترمذی) حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور سید العالمین نے ارشاد فرمایا۔ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے۔ میں نے بندوں کو اپنے علم سے پیدا کیا۔ پس جس سے میں بھلائی کا ارادہ کرتا ہوں اسے اچھے اخلاق دے دیتا ہوں اور جس سے برائی کا ارادہ کرتا ہوں اسے برے اخلاق دے دیتا ہوں (جامع الاحادیث)

سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ "مسلمانوں میں سب سے زیادہ اچھا وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہیں" ۔ (سنن ابی داؤد)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرمان مصطفی ﷺ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ" کامل مومن وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہیں"۔ (سنن ابو داؤد)

سیدنا اُسامہ بن شریک رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین نے بارگاہ مصطفی ﷺ میں عرض کیا:" یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! انسان کو سب سے اچھی چیز کون سی عطا فرمائی گئی؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا انسان کو حسن اخلاق سے زیادہ اچھی چیز کوئی عطا نہیں کی گئی (المعجم الکبیر)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ایک حدیث مبارکہ میں تو کچھ یوں بھی فرمان مصطفی ﷺ

ہے کہ ''اچھے اخلاق گناہوں کو اس طرح پگھلا دیتے ہیں جس طرح سورج کی حرارت برف کو پگھلا دیتی ہے''(شعب الایمان)

امیر المومنین حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ ''حضور نبی اکرم ،نور مجسم ،شاہ بنی آدم ﷺ نے ارشاد فرمایا'' بے شک بندہ حسن اخلاق کے ذریعے دن میں روزہ رکھنے اور رات کو قیام کرنے والوں کے درجے کو پالیتا ہے اور کبھی بندے کو متکبر وسرکش لکھ دیا جاتا ہے۔حالانکہ وہ اپنے گھروالوں کے علاوہ کسی کا بھی مالک نہیں ہوتا''۔(المعجم الاوسط)

اُم المومنین حضرت سیدنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور ﷺ وسلم نے ارشاد فرمایا''بندہ حسن اخلاق کی وجہ سے تہجد گزار اور سخت گرمی میں روزے کے سبب پیاسا رہنے والے کے درجے کو پالیتا ہے(الاستذکار للقرطبی)

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے مجھے نصیحت فرمائی'' جہاں بھی رہو اللہ عزوجل سے ڈرتے رہو اور گناہ سرزد ہو جائے تو فوراً نیکی کر لیا کرو کہ یہ گناہ کو مٹا دے گی اور لوگوں سے اچھے اخلاق سے پیش آو (جامع ترمذی)

قارئین کرام حسن اخلاق کی نعمت صرف سعادت مندوں کا حصہ ہے اللہ عزوجل کا خاص الخاص انعام ہے۔حسن اخلاق میں حسن ہی حسن ہے۔جبکہ بداخلاقی میں کراہت ہی کراہت ہے کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ

ہے فلاح وکامرانی نرمی وآسانی میں
ہر بنا کام بگڑ جاتا ہے نادانی میں

پیارے آقا ﷺ وسلم کی تشریف فرمائی اور بعثت کا مقصد بھی یہ ہے کہ لوگوں کے اخلاق ومعاملات کو درست کریں ان کے اندر سے برے اخلاق کی جڑیں اکھاڑیں اور ان کی جگہ بہتر اخلاق پیدا کریں چنانچہ آپ ﷺ نے اپنے قوم وعمل سے تمام اچھے اخلاق کی فہرست مرتب فرمائی آئندہ صفحات میں ایک تسلسل سے ان شاء اللہ اس پر بات کریں گے۔

بقیہ: نعمت کو سمجھئے اور شکر ادا کیجئے

وَلَقَدْ خَلَقْتُ الدُّنیا وَاَهْلَهَا لِاُعَرِّفَهُمْ كَرَامَتَكَ وَمَنْزِلَتَكَ عِنْدِي وَلَوْ لَاكَ مَا خَلَقْتُ الدُّنيا (تاریخ دمشق لابن عساکر ج 3 ص 518)''اور بے شک میں نے دنیا اور دنیا والوں کو اس لیے بنایا کہ جو عزت ومقام تمہارا میرے نزدیک ہے ان پر ظاہر کروں اگر تم نہ ہوتے (تو) میں دنیا نہ بناتا'' معلوم ہوا ہمیں جو کچھ اللہ تعالی کی نعمتیں، رحمتیں ملی اور مل رہی ہیں سب کا سب حضور اکرم ﷺ کے صدقے اور وسیلہ سے ہیں۔ ارشاد ہوا وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (الانبیاء: 107) ''اور (اے حبیب ﷺ) ہم نے تمہیں سارے جہانوں کیلئے سراسر (اپنی) مہربانی ہی بنا کر بھیجا'' آپ ﷺ نے ہی ہمیں ایک اللہ کی پہچان کرائی، قرآن ایسی عظیم کتاب ملی، اسلام ایسا پسندیدہ دین نصیب ہوا، توبہ کا طریقہ سکھلایا، دوزخ سے ڈرایا اور جنت کی خوشخبری سنائی اور بوجھ اتارا ہے ارشاد ربانی ہے: وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ۔''(الاعراف:157)اور وہ ان کیلئے ستھری چیزیں حلال فرمائے گا اور ان پر گندی چیزیں حرام ٹھہرائے گا اور ان سے (سخت احکام وغیرہ کے) بوجھ اور گلے کے وہ پھندے جو ان پر تھے اتارے گا'' پس واضح ہوا کہ سیدنا ومولانا محمد رسول اللہ ﷺ اللہ تعالی کا سب سے بڑا انعام، فضل واحسان ہیں جو سراسر رحمت ہیں تو ہم پر اس انعام واحسان کا شکر ادا کرنا ضروری اور واجب ہے اور اس کا طریقہ لکھا جاچکا ہے کہ خوب خوش ہو کر اس نعمت کا خوب چرچا کیا جائے۔اس کیلئے گھر گھر میں آپ ﷺ کے میلاد کی محفل کو منعقد کیا جائے۔

شک کا ازالہ: جس روز کوئی نعمت ملے اس دن کو یاد رکھنے کی تعلیم ہمیں قرآن دے رہا ہے :وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ (ابراہیم:5) یعنی''اور تم انہیں اللہ (کی نعمتوں) کے دنوں کی یاد دلاؤ بے شک ان دنوں میں ہر بڑے صبر والے شکر گزار (انسان) کیلئے ضرور نشانیاں ہیں۔''نیز وہ دن جس روز نعمت ملے معنوی طور پر''عید'' ہوتا ہے۔جیسے حضرت عمار بن ابی عمار فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آیت: اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (المائدہ:3) پڑھی اور ان کے پاس ایک یہودی کھڑا تھا تو اس نے کہا کہ اگر یہ آیت ہم پر نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید کا دن منا لیتے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''یہ آیت عید کے دن (ہی) نازل ہوئی (یعنی) جمعتہ المبارک اور عرفہ کے دن۔''(جامع الترمذی:3044)اسی طرح یہودی یوم عاشورہ کا روزہ رکھتے ان سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو انہوں نے کہا اس دن اللہ تعالی نے موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو فرعون پر کامیابی دی تو ہم (بطور شکرانہ) روزہ رکھتے ہیں تو حضور ﷺ نے فرمایا''ہم حضرت موسیٰ کے تم سے زیادہ قریب ہیں اور روزہ رکھنے کا حکم دیا''(صحیح بخاری:2004)معلوم ہوا کہ جب تکلیف دور ہوئی اور آزادی کی نعمت ملی تو شکر ادا کیا اور ہر سال اس کو دھرایا جاتا ہے۔تو حضور ﷺ سے بڑھکر اور کیا نعمت ہے۔اور یقینا جس روز آپ تشریف لائے تو وہ بھی ''عید کا دن'' ہے۔اور وہ تاریخ جمہور کے نزدیک 12 ربیع الاول ہی ہے۔آپ کے میلاد کے دن کو منانے کو بدعت کہہ کر گمراہی اور دوزخ میں جانے والا کام کہنا درست نہیں بلکہ ناانصافی اور ناشکری ہے کیونکہ ہر وہ نیا کام جس سے اسلامی اصول میں بگاڑ آئے اس کو بدعتِ گمراہی اور دوزخ لینے جانے والا کام کہتے ہیں۔جبکہ وہ نیا کام جو ذکر خدا اور رسول ﷺ کو بڑھائے تو وہ گمراہی ہر گز نہیں ہوسکتا اور میلاد میں تو یہی ذکر ہوتا ہے۔بلکہ

ذکر انبیاء تو عبادت ہے''۔ (الجامع الصغیر 4331:) حیرانگی ہے اس بات پر کہ سیرت النبی ﷺ کانفرنس بھی منعقد کی جاتی ہے جس کو جائز اور درست سمجھا جاتا ہے حالانکہ سیرت النبی ﷺ کا سب سے پہلا عنوان تو ''میلاد پاک'' ہی ہے جیسا کہ محدثین وسیرت نگاروں نے اس عنوان پر باب لکھے ۔ نبی اکرم ﷺ رحمت ہی رحمت ہے اور آپ کا ذکر خیر ہی خیر ہے بعض شکوک ضرور ڈالے جاتے ہیں مگر وہ بے سروپا اور غلط ہیں کبھی تاریخ میلاد میں الجھا کر کبھی وفات کا دن کہہ کر مگر دوستو! ان اعتراضات کی وجہ وہ مہم ہے جس کی طرف علامہ اقبال اشارہ کرتے ہیں۔ ''روح محمد اس کے بدن سے نکال دو'' فضائل کی احادیث کو ضعیف کہہ کر ان کا انکار کرنا یہ کوئی فنی یا علمی معاملہ نہیں بلکہ طاغوتی سازشوں کا نتیجہ ہے ۔ ورنہ تاریخ کا اختلاف کچھ معنی نہیں رکھتا مقصد تو ذکر ہے شکر ہے ۔ اور نبی رحمت ﷺ کی تو حیات بھی خیر ہے اور وفات بھی وہ اس ذکر وشکر میں رکاوٹ نہیں ۔

کیونکہ پہلی بات یہ ہے کہ: اَلانبیاءُ احیاءُ فی قبورِ ھِم یُصلُّون (حیاۃ الانبیاء للبیہقی:01) ''انبیاء کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور وہ نماز پڑھتے ہیں'' اور دوسری بات حدیث شریف میں ہے ''تمہارے دنوں میں افضل دن جمعہ کا دن ہے اس دن حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اور اسی دن انہوں نے انتقال فرمایا۔'' (ابن ماجہ: 1084) معلوم ہوا کہ اگر ولادت و وفات نبی ایک ہی دن ہو تو وفات کی وجہ سے خوشی (شکر) ترک نہیں کیا جائے گا۔ کہ خوشی (شکر) بار بار ادا کیا جاتا ہے اور وفات کا سوگ فقط تین دن (صحیح بخاری: 1280) یونہی نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے ''جب اللہ تعالی اپنے بندوں میں سے کسی امت پر رحمت کا ارادہ فرماتا ہے تو ان کے نبی کو امت سے پہلے وفات دیکر امت کیلئے بخشش اور پیش رو بنا دیتا ہے اور جب کسی امت کو ہلاک کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو اس نبی کی زندگی میں اس کی آنکھوں کے سامنے امت پر عذاب نازل فرماتا ہے اور اس امت کو ہلاک کر کے اس نبی کی آنکھوں کو ٹھنڈی کر دیتا ہے کیونکہ اس امت نے ان کی جھٹلایا اور نافرمانی کی'' (صحیح مسلم: 5965) اور ایک حدیث میں ہے۔ حَیَاتِی خَیرٌلَّکُم تُحَدِّثُونِ وَیُحَدِّثُ لَکُم وَ وَفَاتی خیر لکم ،تعُرَضُ اعمالَکم...الخ (مجمع الزوائد: 24/9) یعنی ''میری زندگی تمہارے لیے بہتر ہے کہ تم (مجھ سے) باتیں کرتے ہو اور تمہارے ساتھ گفتگو کی جاتی ہے اور میری وفات بھی تمہارے لیے بہتر ہے کہ تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں پس جب میں تمہارے اعمال کو اچھا پاتا ہوں تو اس پر اللہ کی حمد کرتا ہوں اور جب کوئی بری چیز پاتا ہوں تو تمہارے لیے اللہ سے مغفرت مانگتا ہوں''۔ پس معلوم ہوا کہ نبی رحمت ﷺ امت کیلئے ہر حال میں رحمت وخیر ہی ہیں۔ ہمیں ربیع الاول میں آپ کی وفات کا سوگ نہیں بلکہ میلاد پاک کی خوشی کو جوش وخروش اور آداب کے ساتھ منانی چاہیے تاکہ اللہ تعالی ہم پر اپنی فضل واحسان کو بڑھائے۔

؎ ہمیں جنون ہے کہ تیرا ذکر صبح وشام کریں۔

بقیہ اداریہ

اور ختم نبوت کا قانون ختم کرنے کی کوشش کی ہے ۔ دوسرے جو جماعت خود کو اسلام کا ٹھیکیدار سمجھتی ہے اس کے بانی نے بھی پاکستان کو کافرستان اور قائداعظم کو کافر اعظم کہا تھا۔ ان کی زبانیں بھی گنگ ہیں اور حکومت میں بیٹھے ایسے لوگ جو قادیانیوں کیلئے نرم گوشہ رکھتے ہیں اور انہیں اپنا بھائی قرار دیتے ہیں۔ کسی نا کسی طرح ان کو بچایا جائے ۔ حلف نامہ کی تبدیلی ڈان لیکس سے بھی زیادہ اہم معاملہ ہے کیونکہ اس سازش کے ذریعہ پاکستان کی نظریاتی سرحدوں کو ڈھانے اور ملک کی اسلامی حیثیت کو ختم کرنے کی کوشش کی گئی ہے جس پر قوم نے بروقت ایکشن لے کر ایمان پر حملہ کی سازش کو ناکام بنا دیا اور حکومت کو ختم نبوت کے حلف نامہ میں کی جانے والی ترمیم کو واپس لینے پر مجبور کر دیا یہ اہل حق کی فتح ہے اور قوم کی بیداری نے ثابت کر دیا ہے کہ اس ملک میں کوئی قانون قرآن وسنت کے منافی نہیں بن سکتا قوم حکومت کے سیکولر اور لبرل ایجنڈے کو کسی صورت کامیاب نہیں ہونے دے گی۔ حکومت کی صفوں میں ملک دشمن قوتوں اور قادیانیوں کے ایجنٹ موجود ہیں جو پاکستان کی نظریاتی اور جغرافیائی سرحدوں کو منہدم کرنے کی سازشیں کر رہے ہیں۔ بقول اقبالؒ ؎

وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روح محمد ﷺ اس کے بدن سے نکال دو

1974ء سے قادیانیوں کی یہ کوشش ہے کہ کسی طرح پاکستان کی نظریاتی اساس پر نقب لگا کر اسے منہدم کیا جائے۔ اور بین الاقوامی طاقتوں سے مل کر پاکستان کو ہر لحاظ سے ختم کرنے کی کوشش کی جائے اور روح محمد ﷺ کو ان عاشقوں کے بدن سے نکالا جائے۔ ایک روح محمد ﷺ ہی تو ہے جو امت کو بکھرنے نہیں دیتی۔ لیکن وہ یاد رکھیں کہ پاکستان کے عوام جاگ رہے ہیں اور اہلسنت اور اولیا اللہ کے ماننے والے ابھی سوئے نہیں ہیں وہ بدعقیدہ لوگوں کو تو خرید سکتے ہیں لیکن عاشقان مصطفی ﷺ کبھی بکنے والے نہیں۔

دس سال بعد آمد

جی ہاں قارئین کرام! ہم دس سال بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہو رہے ہیں اس امید کیساتھ کہ انشاءاللہ ماہنامہ سبیل ہدایت اپنی سابق روایات کو برقرار رکھتے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا رہے گا۔ اب یہ ہماری سب کی ذمہ داری ہے کہ اسے ہر ماہ باقاعدگی سے شائع کرتے رہیں۔ اس لیے تمام معاونین اور قارئین کرام اپنا زرتعاون جلد ارسال کر دیا کریں تاکہ علم کی یہ شمع ہر ماہ ہمارے اور آپ کے دلوں کو روشن کرتی رہے۔ اللہ آپ سب کا حامی وناصر ہو۔

Monthly **SABEEL-E-HIDAYAT** Lahore Regd,# LRL240
Published by BAZAM-E-NIDA-E-MUSLIM Pakistan Head Office:8/3-B-1 Township Lahore 54770

